خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 31/ اکتوبر 2022ء | 4/ ربیع الثانی 1444 ہجری قمری | 31/ اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 236

ارشاد باری تعالیٰ

وَ لَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ ہَدَی اللّٰہُ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَیۡہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۳۷﴾

(النحل: 37)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر اُمّت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے اجتناب کرو۔ پس ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور انہی میں ایسے بھی ہیں جن پر گمراہی واجب ہوگئی۔ پس زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا۔

فرمانِ رسولؐ

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: یَآ أَیُّھَا النَّاسُ أَلَآ إِنَّ رَبَّکُمۡ وَاحِدٌ وَّإِنَّ أَبَاکُمۡ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضۡلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی أَعۡجَمِيٍّ وَّ لَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰی عَرَبِيٍّ وَّلَا لِأَحۡمَرَ عَلٰی أَسۡوَدَ وَلَآ أَسۡوَدَ عَلٰی أَحۡمَرَ إِلَّا بِالتَّقۡوٰی

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، باقی مسند الانصار، حدیث رجل من أصحاب النبیؐ)

آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، یاد رکھو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ وسفید رنگ والے پر کسی طرح کی کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں تقوی اور صلاحیت وجہ ترجیح اور فضیلت ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ، حضرت مسیح موعودؑ کا ایک ارشاد پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ تمام دنیا کا خدا ہے اور جس طرح اس نے تمام قسم کی مخلوق کے واسطے ظاہری جسمانی ضروریات اور تربیت کے مواد اور سامان بلا کسی امتیاز کے مشترک طور پر پیدا کئے ہیں اور ہمارے اصول کے رُو سے وہ ربّ العالمین ہے اور اس نے اناج، ہوا، پانی، روشنی وغیرہ سامان تمام مخلوق کے واسطے بنائے ہیں اسی طرح وہ ہر ایک زمانے میں ہر ایک قوم کی اصلاح کے واسطے وقتاً فوقتاً مصلح بھیجتا رہا ہے۔ جیسے علامہ رازی نے بھی لکھا تھا کہ سوال کرنے والے کے سوال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ جب دیکھ لیتا ہے کہ دنیا بگڑ رہی ہے، حالات خراب ہو رہے ہیں تو اس وقت مصلح بھیج دیتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جن قوموں یا مذہبوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انہی کو خاص کیا ہوا ہے جیسا کہ (اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں آریوں کا اور یہودیوں یا عیسائیوں کا ذکر کیا ہے) ان کا خیال یہ ہے کہ صرف انہیں میں ہی مصلح آ سکتے ہیں، انہیں میں نیک لوگ پیدا ہو سکتے ہیں، انہیں میں نبی آ سکتے ہیں، اسرائیلیوں سے باہر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کو تمام جہانوں کا ربّ نہیں سمجھتے لیکن اسلام کے خدا کا تصور ربّ العالمین کا ہے، اسلئے قرآن کریم کی ابتداء ہی اس لفظ سے ہے۔

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 2006ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 587)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

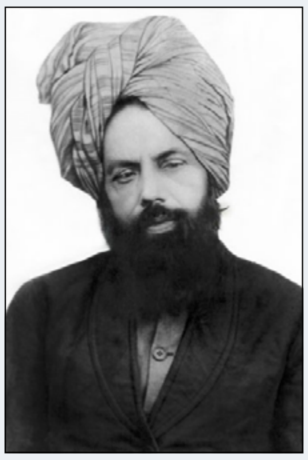

اے میرے قادر خدا! اے میرے پیارے رہنما! تو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہل صدق و صفا اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدّعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بغض یا دنیا کی حرص و ہوا۔

اَمَّا بَعۡدُ اے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اُس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی بباعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیّتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

اے ہموطنو!! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوتیں آریہ ورت کی قدیم قوموں کو دی گئی ہیں۔ وہی تمام قوتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اُس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں۔ اس کے پیدا کردہ عناصر یعنی ہَوَا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اُس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاق ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 439-440)

اس شمارہ میں

- اِنذار و تبشیر (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز
- قرآن کریم میں مذکور حضرت ابراہیمؑ کی شاندار خوبیاں

اِنذار و تبشیر

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا ہے اِس جہاں سے کُوچ کر جانے کے دن

تُم تو ہو آرام میں۔ پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا؟ خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اُس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا انھیں وہ یار بتلانے کے دن

وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشان کی پنج بار
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اُس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

اے مرے پیارے! یہی میری دعا ہے روز و شب
گود میں تیری ہوں ہم اُس خونِ دِل کھانے کے دن

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
فضل کا پانی پلا اس آگ برسانے کے دن

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
کر وہ دِن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن

پھر بہارِ دیں کو دِکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن

دن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سُورج دِکھا اس دیں کے چمکانے کے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن

چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دن

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا مرے دلدار تُو آئے گا مَر جانے کے دن

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی۔ آ مرے اے ناخُدا
آگئے اس باغ پر اے یار مُرجھانے کے دن

تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن

اِک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن

میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آ گئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانے کے دن

جب سے میرے ہوش غم سے دیں کے ہیں جاتے رہے
طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن

چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دو داغِ کسوف
پھر زمیں بھی ہو گئی بے تاب تھرّانے کے دن

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمیں پر اس کے چِلّانے کے دن

صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں
میرے دلبر اب دِکھا اِس دل کے بہلانے کے دن

دوستو اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اِس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اک بڑی مدت سے دِیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو! دیں کے گُن گانے کے دن

خدمتِ دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بُغض و کیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانے کے دن

(درثمین صفحہ 55-57)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 28/ اکتوبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

اللہ تعالیٰ جانے والوں کی کمیاں بھی پوری فرماتا رہے۔۔۔ یہ پرانی باتیں نہیں ہیں آجکل کے زمانہ میں یہ لوگ تھے جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم اور وقف کا حق ادا کیا

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! بدری صحابہ کے ضمن میں تذکرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپؓ کے مناقب کا ذکر چل رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم آپؓ کو کیا مقام دیتے تھے، اِس بارہ میں بعض روایات ہیں۔

سعادت وفضیلت

آپؓ کو یہ سعادت اور فضیلت حاصل ہے کہ مکی دَور میں آپؓ کے گھر میں آنحضرتؐ روزانہ ایک، دو دفعہ تشریف لے جاتے تھے۔

لوگوں میں سے آنحضرتؐ کو زیادہ پیارا

حضرت عمرو ؓبن العاص نے بیان کیا: نبیؐ نے اُن کو ذات السلاسل کی فوج پر سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا تو وہ آپؐ کے پاس آئے، اُنہوں نے کہا! لوگوں میں سے کون آپؐ کو زیادہ پیارا ہے، آپؐ نے کہا! عائشہ۔ اُنہوں نے کہا! مردوں میں سے؟ آپؐ نے فرمایا! اُن کا باپ۔ کہا پھر کون؟ فرمایا! پھر عمر بن خطاب اور آپؐ نے اسی طرح چند مردوں کو شمار کیا۔

سب لوگوں سے افضل اور بہتر

حضرت سلمہؓ بن اکوع بیان کرتے ہیں: آنحضرتؐ نے فرمایا! ابوبکر سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے سوائے اِس کے کہ کوئی نبی ہو۔

میری امت میں سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا

حضرت انسؓ بن مالک نے بیان کیا: رسول اللہؐ نے فرمایا! میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ابوبکر ہے۔

بلند درجات والے

حضرت ابوسعیدؓ نے بیان کیا: رسول اللہؐ نے فرمایا! بلند درجات والے جو اُن کے نیچے والے ہیں وہ اُن کو دیکھیں گے جس طرح تم طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو، ابوبکر اور عمر اُن میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

کسی کا ہم پر کوئی احسان نہیں سوائے ابوبکر کے

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا: رسول اللہؐ نے فرمایا! کسی کا ہم پر کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اُس کا بدلہ چکا دیا سوائے ابوبکر کے، اُس کا ہم پر احسان ہے اور اُس کو اِس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔

سب سے افضل دوستی

نبی کریمؐ نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا! لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال سے مجھ پر ابوبکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔ اگر مَیں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اِس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کی۔

رسول اللہؐ اِن دونوں کو دیکھ کر مسکراتے

حضرت انسؓ سے مروی ہے: رسول اللہؐ مہاجرین اور انصار میں سے اپنے صحابہ کے پاس باہر تشریف لاتے اور بیٹھے ہوتے اور اُن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوتے تو اُن میں سے کوئی بھی اپنی نظر آپؐ کی طرف نہ اُٹھاتا سوائے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔ وہ دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپؐ اُن کی طرف دیکھتے، وہ آپؐ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور آپؐ اِن دونوں کو دیکھ کر مسکراتے۔

حوض پر اور غار میں ساتھی

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے: رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا! تم حوض پر میرے ساتھی ہو اور غار میں میرے ساتھی ہو۔

اِس طرح ہم قیامت کے روز اُٹھائے جائیں گے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے: رسول اللہؐ ایک روز باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، اُن دونوں میں سے ایک آپؐ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا بائیں جانب اور آپؐ اِن دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے نیز فرمایا! اس طرح ہم قیامت کے روز اُٹھائے جائیں گے۔

زمین والوں میں سے میرے دو وزیر

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا! ہر نبی کے آسمان اور زمین والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں، آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

آنحضرتؐ کے مقرب اور مشیر

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے آنحضرتؐ کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی گئی جنت کی بشارت کا متفرق روایات کی روشنی میں تذکرہ نیز بروایت حضرت سعیدؓ بن زید بابت عشرۂ مبشرہ تصریح فرمائی! یہاں یہ بھی واضح ہو جائے کہ اِس روایت میں اُن دس عظیم المرتبت صحابہ کا ذکر ہے جن کو نبی کریمؐ نے اُن کی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی، یہ آپؐ کے مقرب بھی تھے اور مشیر بھی، جن کو سیرت کی اصطلاح میں عشرۂ مبشرہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ مدنظر رہے کہ آپؐ نے صرف دس کے بارہ میں جنت کی بشارت نہیں دی تھی بلکہ اِس کے علاوہ بھی متعدد ایسے صحابہ اور صحابیات ہیں کہ جن کو آپؐ نے جنت کی خوشخبری دی تھی، چنانچہ اِن دس کے علاوہ کم وبیش پچاس کے قریب صحابی اور صحابیات کے ناموں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اِس کے علاوہ جنگ بدر میں شامل ہونے والوں جو کہ تین سو تیرہ کے قریب تھے، جنگ اُحد میں شامل ہونے والوں اور بیعت رضوان صلح حدیبیہ کے موقع پر شامل ہونے والوں کے متعلق بھی جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔

جس آدمی میں یہ سب باتیں جمع ہوگئیں وہ جنت میں داخل ہوگیا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا! تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں، آپؐ نے فرمایا! کون تم میں سے آج جنازہ کے ساتھ گیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں، فرمایا! تم میں سے کس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں نے، فرمایا! تم میں سے کس نے آج مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مَیں نے۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا! جس آدمی میں یہ سب باتیں جمع ہوگئیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

سب سے پہلا امتی جو جنت میں داخل ہوگا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: آنحضرتؐ نے فرمایا! جبرائیل میرے پاس آیا اور اُس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: کاش میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اُسے دیکھتا! تو آپؐ نے فرمایا! اے ابوبکر: تم میری امت میں سے سب سے پہلے ہو جو جنت میں داخل ہو گے۔

خطبہ ثانیہ سے قبل

حضور انور ایدہ اللہ نے مندرجہ ذیل چار مرحومین کا تفصیلی تذکرہ خیر کیا نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک اِن کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

عبدالباسط صاحب امیر جماعت انڈونیشیاء

عرصہ چالیس سال تک خدمت دین کی توفیق پانے والے مؤرخہ 8/ اکتوبر 2022ء کو 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے، یہ مولوی عبدالواحد سماٹری صاحب کے بیٹے تھے۔ 1981ء کے آغاز میں جامعۃ الاحمدیہ ربوہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا اور اِسی سال اپنے ملک بطور مبلّغ واپس تشریف لے گئے۔ 1987ء میں برمشورہ مجلس عاملہ انڈونیشیاء تجویز ہوا کہ تھائی لینڈ میں تبلیغ کے پیش نظر ایک انڈونیشن مبلّغ کو کوالالمپور ملائیشیاء کی نیشنلٹی حاصل کر کے تھائی لینڈ میں تبلیغ کے لئے بھیجا جائے تو اِن کا نام پیش ہوا، حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ نے منظوری عطاء فرمائی اور یہ وہاں چلے گئے۔ بعد میں پھر اِن کا تقرر انڈونیشیاء میں ہوگیا اور تادم آخر یہیں رہے اور ایک لمبا عرصہ امیر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔۔۔ ہر خلافت کے دَور میں اِنہوں نے بہت اخلاص و وَفاء کا نمونہ دکھایا، اللہ تعالیٰ اِن سے مغفرت اور رحم کا سلوک نیز درجات بلند فرمائے اور اِن جیسے مبلغین اور کارکنان جماعت کو عطاء فرماتا رہے۔ مَیں نے بھی ہمیشہ اِن کو کامل اطاعت کرنے والا اور بڑا بےنفس انسان دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانے والوں کی کمیاں بھی پوری فرماتا رہے، مربّیان اور مبلّغین انڈونیشیاء کو اِن کے نمونے سامنے رکھنے چاہئیں خاص طور پر، باقی دنیا کے مبلغین کو بھی۔

زینب رمضان صاحبہ اہلیہ یوسف عثمان صاحب مربی سلسلہ تنزانیہ

بعمر 70 برس گزشتہ دنوں وفات پانے والی بہت نیک، مخلص اور جماعتی کاموں میں شریک ہوتی تھیں، اللہ تعالیٰ اِن سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ عبدالقدیر صاحب درویش قادیان

گزشتہ ماہ انتقال پانے والی صوم وصلوٰۃ کی پابند، صابرہ و شاکرہ، منکسر المزاج اور خوش اخلاق خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

کری باس (Caraibes) جماعت کی پہلی مسلمان اور احمدی خاتون

گزشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں انتقال پانے والی میلے انیسہ صاحبہ کے حالت زندگی اور قبولیت احمدیت کا واقعہ بھی عجیب ہے، بڑی مخلص اور وفاء شعار خاتون تھیں۔ کسی طرح قرآن مجید کی ایک کاپی اِس دنیا کے کونے میں انہیں مل گئی تو اِس نسخہ کو پڑھنے کے بعد اتنا اثر ہوا کہ خود ہی دل میں ایمان لے آئیں اور اُسی وقت سے پردہ بھی شروع کر دیا۔ آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑے ہیں، اللہ تعالیٰ اِن کو صبر عطاء فرمائے اور اپنی ماں کی طرح اسلام اور احمدیت کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اِن کے وہاں لگائے ہوئے بیج میں برکت ڈالے اور اِن کی خواہش کے مطابق یہ چھوٹا سا جزیرہ احمدیت کی آغوش میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسی نڈر، اپنا نمونہ قائم کرنے، جوش تبلیغ رکھنے اور اپنے ایمان پر قائم رہنے والی خواتین اور ایسی ہی مائیں جماعت کو عطاء فرماتا رہے جنہوں نے مبلّغین سے بڑھ کر تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن سے مغفرت اور رحم کا سلوک نیز درجات بلند فرمائے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 7/ اکتوبر 2022ء بمقام مسجد بیت الاکرام ڈیلس (Dallas) امریکہ

’’اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی... لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد آپ نے خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے بنائی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے فیض پانے والے ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ویسا ہی گھر بنائے گا

اللہ تعالیٰ کی رضا کا انسان تبھی حامل بنتا ہے جب اس کے حکموں پر چلنے والا ہو، اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والا ہو، حقوق العباد ادا کرنے والا ہو، وفا اور اخلاص سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو، اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والا ہو۔

اس مسجد کو آباد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپس میں پیار و محبت سے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ رواداری اور بھائی چارے کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام دنیا کو دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ مسلسل دعاؤں سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنی نسلوں کی اصلاح کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے

مسجد بیت الاکرام ڈیلس (Dallas) امریکہ کے افتتاح کے موقع پر احبابِ جماعت کو بطور احمدی مسلمان اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تلقین

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۳۰﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ يٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۲﴾

(الاعراف: 30 تا 32)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ تُو کہہ دے کہ میرے ربّ نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ کہ تم ہر مسجد میں اپنی توجہات (اللہ کی طرف) سیدھی رکھو اور دین کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارا کرو۔ جس طرح اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اسی طرح تم (مرنے کے بعد) لوٹو گے۔ ایک گروہ کو اس نے ہدایت بخشی اور ایک گروہ پر گمراہی لازم ہوگئی۔ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آج آپ کو اپنی مسجد کے افتتاح کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما رہا ہے۔ گو اس کی تعمیر تو کچھ عرصہ پہلے مکمل ہوگئی تھی لیکن اس کا اب رسمی افتتاح ہو رہا ہے۔ یہاں مسجد کے طور پر شروع میں ایک ہال بنایا گیا تھا لیکن اب باقاعدہ مسجد آپ نے بنائی ہے۔ بہرحال اب ایک خوبصورت اچھی مسجد بن گئی ہے اور گنجائش کے لحاظ سے بھی کافی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس مسجد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد آپ نے خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے بنائی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے فیض پانے والے ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ویسا ہی گھر بنائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل بناء المسجد... حدیث ۱۱۸۹)

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنائی ہوئی مسجد کا کام مسجد کی تعمیر کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ

اللہ تعالیٰ کی رضا کا انسان تبھی حامل بنتا ہے جب اس کے حکموں پر چلنے والا ہو، اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والا ہو، حقوق العباد ادا کرنے والا ہو، وفا اور اخلاص سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو، اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والا ہو۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مانا ہے۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا اور آپؑ کی بیعت میں آنا ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ ہمارا کام آپ علیہ السلام کی بیعت میں آ کر ختم نہیں ہو گیا بلکہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ تبھی ہم ان انعامات کے وارث ٹھہریں گے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو ہم میں سے ہر ایک کو سمجھنا ہو گا۔

اس مسجد کو آباد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپس میں پیار و محبت سے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ رواداری اور بھائی چارے کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام دنیا کو دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ مسلسل دعاؤں سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنی نسلوں کی اصلاح کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

تبھی ہم مسجد کا حق بھی ادا کرسکیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ جہاں اسلام کا تعارف کروانا ہو وہاں

مسجد بنا دو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 119 ایڈیشن 1984ء) اب اس مسجد کے بننے سے ظاہری طور پر تو اسلام کا تعارف اس علاقے میں ہو جائے گا۔ بعض ہمسائے آئے بھی اور انہوں نے اچھے خیالات کا اظہار بھی کیا باوجود آج کل زیادہ لوگوں کے آنے اور رَش اور پھر شور کے۔ ایک بالکل ساتھ والے ہمسائے چند دن ہوئے ملنے آئے تھے تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم خوش ہیں کہ ہمیں آپ لوگوں کی ہمسائیگی مل گئی لیکن ہمیں بہرحال اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے اور غیر ضروری شور اور ہنگامہ یہاں نہیں کرنا چاہیے اور قانون کے دائرے میں رہ کر سب کام کرنے چاہئیں۔ تو بہرحال مسجد سے تعارف ہمسایوں کو بھی ہو گا اور یہاں سڑک پر سے گزرنے والوں کو بھی ہو گا اور یہ جو تعارف کا راستہ کھلا ہے اس سے آپ کے تبلیغ کے راستے بھی کھلیں گے۔ پس

ہر احمدی کو اسلام کی تعلیم کا نمونہ بھی بننا پڑے گا اور بننا چاہیے۔ دنیا کو ایک واضح فرق نظر آنا چاہیے کہ اس دنیا دار معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے کام کرتے ہوئے پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بھی ہیں

اور اپنے پیدا کرنے والے قادر و توانا خدا سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں اور مخلوق کی ہمدردی کرنے والے بھی ہیں اور مخلوق کے کام آنے والے بھی ہیں۔ جب یہ چیز دنیا دار دیکھتے ہیں تو ان میں تجسس پیدا ہوتا ہے اور پھر یہی اسلام کی تبلیغ کے راستے کھولتا ہے۔ پس اب ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اسلام کی تعلیم کی عملی تصویر بننے کی ضرورت ہے۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی مساجد کے ساتھ منسلک ہونے والوں کی بعض ذمہ داریوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انصاف قائم کرو اور انصاف کرنے کے بارے میں دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں انصاف سے دور نہ کرے۔ اب یہ معیار جو انصاف کا قائم کرنے والا ہے وہ کسی دوسرے کے متعلق غلط سوچ رکھ ہی نہیں سکتا۔ کسی کو نقصان پہنچانے کا تو سوال ہی نہیں۔ ایسا شخص تو موقع تلاش کرے گا کہ میں کس طرح دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہوں اور ایسے حقوق قائم کرنے والا جب انسان ہو تو یقیناً ماحول پر ایک نیک اثر ڈالتا ہے اور یہی نیک اثر پھر تبلیغ کے راستے کھولتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومنوں کو، مسجد میں آنے والوں کو مسجد کے حوالے سے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ حقوق العباد کی ادائیگی کے سامان کرو اور اس کے لیے سب سے اہم چیز انصاف قائم کرنا ہے۔ اب جہاں اللہ تعالیٰ غیروں اور دشمنوں سے بھی انصاف قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنوں سے کس قدر پیار و محبت سے ہمیں رہنا چاہیے اور جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی ایسے لوگوں پر پڑتی ہے۔ جب یہ لوگ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کو قبول فرماتا ہے لیکن اگر ایک شخص اپنے گھر میں اپنی بیوی سے نیک سلوک نہیں کر رہا، ہر وقت اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہوا ہے، بچے اس سے علیحدہ خوف زدہ ہیں اور پھر وہ اپنے عمل سے بچوں کو دین سے دُوری کا باعث بھی بن رہا ہے تو پھر ایسے شخص کے نہ ہی جماعتی کام اور نہ ہی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول ہوتے ہیں۔ اس دو عملی کی وجہ سے دھوکا ہے جو انسان کسی اَور کو نہیں دے رہا ہوتا بلکہ اپنے آپ کو دے رہا ہوتا ہے۔

پس حقیقی مومن وہی ہے جو اندر اور باہر انصاف قائم کرنے والا ہے، جس کا قول و فعل اندر اور باہر ایک جیسا ہے اور یہی لوگ وہ ہیں جو حقیقت میں مسجد کی آبادی کا حق ادا کرنے والے ہیں کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی خشیت سے پُر ہیں۔

پس یہ معیار حاصل کرنا ہمارا کام ہے ورنہ صرف مسجد بنا دینا اور یہاں آ کر اپنے سر سے بوجھ اتارنے کے لیے جلدی جلدی نمازیں پڑھ لینا یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور جب انسان یہ معیار حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک معصوم بچے کی طرح ہے، اس کا انجام بخیر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ بندوں کے حق بھی ادا کر رہا ہے۔ پس کسی کو اس بات پر ہی ناز نہیں ہونا چاہیے کہ میں بہت نماز پڑھنے والا ہوں۔ پانچ وقت مسجد میں آ جاتا ہوں اور جماعت کے کام بھی کر رہا ہوں تو یہ کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا نہیں کرتا۔

(جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی الشکر ... حدیث ۱۹۵۴)

پس کسی خوش فہمی میں ہمیں نہیں رہنا چاہیے۔ حقیقی عابد اور مسجدوں کو آباد کرنے والا وہی ہے جو خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت اپنے اندر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زور دے کر فرمایا کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہ کیا، دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے اپنی حالتوں کو صحیح راستوں پر چلانے کے لیے بھرپور کوشش نہ کی، توبہ اور استغفار کی طرف مستقل توجہ نہ کی تو شیطان تم پر غالب آ جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے توبہ اور استغفار کی طرف مستقل توجہ رکھو۔ آج کل کے اس دنیا داری کے ماحول میں تو خاص طور پر اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے تبھی کامیابی ملے گی، تبھی ایک معصوم بچے کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔

مسلمانوں کی حالت بگڑنے کی وجہ سے ہی اسلام کا زوال شروع ہوا جب انہوں نے انصاف اور عبادتوں کو دکھاوا بنا لیا یا اس کا حق ادا نہیں کیا اور پھر سب کچھ ضائع ہو گیا۔

خوبصورت مسجدیں تو بے شک بناتے رہے اور بنا رہے ہیں اور احمدیوں کی مسجدوں کو آج کل پاکستان میں توگرانے کا بھی زور ہے اس لیے کہ احمدیوں کی مساجد کی ہماری مسجدوں جیسی شکل نہ ہو، ان کے منارے نہ ہوں، ان کی محرابیں نہ ہوں لیکن عباد الرحمٰن ان میں نہیں پیدا ہوئے۔ اسی بات کو یہ فخر سمجھتے ہیں کہ ہم احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں یا ان کے زعم میں ان کو صحیح راستے پر چلانے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال پہلے زمانے میں بھی یہ زوال ہوا، اسی لیے ہوا کہ مسجدوں کی آبادی ظاہری تھی۔ خال خال بعض جگہوں پر حقیقی مسلمان بھی نظر آتے تھے لیکن عمومی طور پر زوال تھا۔ بہرحال یہ سب کچھ ہونا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں آگاہ فرما دیا تھا لیکن اس ظلمت کے زمانے کے بعد جو روشنی کا زمانہ مسیح موعودؑ کی آمد سے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلامِ صادق کی ہم نے بیعت کی توفیق پائی ہے اس عہد کے ساتھ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور قرآنِ کریم کے حکموں پر چلیں گے تو ہمیں پھر جیسا کہ میں نے کہا بہت توجہ اپنی حالتوں پر دینی ہو گی۔ ان غیروں جیسی مسجدوں کی حالت سے اپنی مسجدوں کو بچانا ہو گا جس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔

(الجامع لشعب الایمان جزء ۳ صفحہ ۳۱۸ باب فی نشر العلم حدیث ۱۷۶۳ مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض ۲۰۰۳ء)

اور یہی کچھ ہم آج کل اکثر مسلمانوں کی مساجد میں دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ حالت جو ہم آج کل دیکھ رہے ہیں یہ ہمیں ہوشیار کرنے والی ہے۔ ان میں تو فتنوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ صرف زور ہے تو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ جماعت کی مسجدوں کے مینار گراؤ۔ یہ تو مسجد نہیں کہتے، عبادت گاہیں، ان کی محرابیں گرادو اور کوئی دین کی خدمت نہیں ہے ان کی۔ کوئی انصاف نہیں۔ بہرحال یہ باتیں ہمیں سبق دیتی ہیں کہ کس طرح ہم نے خالص ہو کر مسجدوں کے اور بندوں کے حق ادا کرنے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان آیات میں سے پہلی آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اسلام کی ظاہری اور جسمانی صورت میں بھی ضعف آ گیا ہے۔ وہ قوت اور شوکت اسلامی سلطنت کو نہیں اور یہی دینی طور پر وہ بات جو مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ میں سکھائی گئی تھی اس کا نمونہ نظر نہیں آتا ہے۔ اندرونی طور پر اسلام کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ہے اور بیرونی حملہ آور چاہتے ہیں کہ اسلام کو نابود کر دیں۔ ان کے نزدیک مسلمان کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہیں۔ ان کی غرض اور ارادے یہی ہیں کہ وہ اسلام کو تباہ کر دیں اور مسلمانوں کو ہلاک کریں ...

اب خدا کی کتاب کے بغیر اور اس کی تائید اور روشن نشانوں کے سوا ان کا مقابلہ ممکن نہیں اور اسی غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 450 ایڈیشن 1984ء)

پس ایسے حالات میں اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہی ہیں جنہوں نے اپنی حالتوں کو اپنا حق بیعت نبھاتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق درست نہ کیا اور اپنی حالتوں پر ہمیشہ نظر نہ رکھی تو پھر ہم ان لوگوں میں شمار نہیں ہو سکیں گے جنہوں نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دور میں اپنی بیعت کا حق ادا کرنا تھا۔

ہم ہی ہیں جنہوں نے اسلام کی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔

جو نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے یہ بہت خوفناک نقشہ ہے اور عملاً یہی نظر آتا ہے۔ دنیا کو ہم نے بتانا ہے کہ تم جو اسلام کو اور مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہو اور تمہارے نزدیک یہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں لیکن یاد رکھو یہی لوگ ہیں جن کی تعلیم پر عمل سے دنیا کی بقا ہے۔ پس مکمل خود اعتمادی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اس کے آگے جھکتے ہوئے، مانگتے ہوئے، ہمیں دنیا کی راہنمائی کا کام کرنا ہو گا۔

بعض نوجوان سوال کرتے ہیں، ایک نوجوان نے سوال کیا کہ کس طرح ہم ان لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں جو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں؟ اسے بھی میں نے یہی کہا تھا کہ اعتماد پیدا کرو اور اس یقین پر قائم رہو کہ آج دنیا کی بقا ہمارے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ہم اس مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والے ہیں جو دنیا کو زندگی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اب اس کے ساتھ جڑنے سے ہی دنیا و آخرت سنور سکتے ہیں۔ دنیا والوں کو بتائیں کہ تم اس دنیا کی چمک دمک اور ترقیات پر خوش نہ ہو جاؤ۔ مرنے کے بعد کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے اور وہاں اگر انسان خالی ہاتھ جائے پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا ہو گا اور پھر وہ کیا سلوک کرتا ہے وہ بہتر جانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہمیں ہمیشہ اس بات کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ جب ہم دنیا کو اس تفصیل سے ہوشیار کریں گے تو ہمارا اپنا ہر قول و فعل اس تعلیم کے مطابق ہو، ہماری عبادتوں کے معیار بلند ہوں اور ہمارے حقوق العباد کے معیار بلند ہوں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اسی بارے میں مسلمانوں اور اسلام کا نقشہ کھینچتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''اس وقت اسلام جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آ گیا ہے۔ تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں۔'' یعنی اعلیٰ اخلاق کی تو کوئی حالت نہیں رہی۔ ''اور وہ اخلاص جس کا ذکر مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ میں ہوا ہے آسمان پر اٹھ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 352-353 ایڈیشن 1984ء)

پس ہمیں شکر کرنا چاہیے کہ اسلام کی اس گری ہوئی حالت کو سنبھالا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کے ساتھ ہم منسلک ہیں۔ غیر مسلموں اور اسلام مخالف لوگوں نے جو اسلام پر حملے کیے اور اس عظیم مذہب کو ذلیل اور حقیر سمجھا تو اس میں مسلمانوں کا اپنا ہاتھ بھی تھا۔ اگر مسلمان نہ بگڑتے تو دشمن کبھی اس طرح اسلام پر حملے کرنے کی جرأت نہ کرتا لیکن

آج ہم ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کے معیار قائم کرنے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا، ہم ہیں جنہوں نے اخلاص و وفا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرنی ہے، ہم ہیں جنہوں نے ہر طرف محبتوں کو پھیلانا ہے اور نفرتوں کو دور کرنا ہے، ہم ہیں جن کو خدا تعالیٰ پر کامل توکل ہونا چاہیے کہ ہر کام کا بنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور

اسلام ہی اب دنیا کا کامل اور غالب آنے والا مذہب ہے

اور اس کے لیے ہم نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلطان نصیر بننا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ جو کام اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد کیے ہیں اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کیے ہیں وہ تو ان شاء اللہ پورے ہونے ہیں۔ ہم لوگ اس میں معاون بنیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں گے۔ اگر ہم آگے نہ بڑھے تو اللہ تعالیٰ کوئی اَور لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدد کے لیے بھیج دے گا لیکن کام تو یہ ہونا ہی ہے۔ پس

ہمیں اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھنی چاہیے اور جہاں کمیاں کمزوریاں ہیں انہیں دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کیا کمزوریاں ہیں جن کو دُور کرنا ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اب یہ زمانہ ہے کہ اس میں ریاکاری، عجب اور تکبر کی ایک قسم ہے خود بینی اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھنا۔ تکبر، نخوت، رعونت وغیرہ صفات رذیلہ تو ترقی کر گئے ہیں اور مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وغیرہ صفاتِ حسنہ جو تھے وہ آسمان پر اٹھ گئے ہیں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 353 حاشیہ) توکل، تدبیر وغیرہ سب کالعدم ہیں۔ اب خدا کا ارادہ ہے کہ ان کی تخم ریزی ہو۔

پس آپؑ نے فرمایا یہ سب برائیاں تو اب بڑھ گئی ہیں اور نیکیاں ختم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ بندوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ نیکیاں ترقی کریں اور برائیاں ختم ہوں۔ پس

ہم میں سے ہر ایک کو جائزہ لینا چاہیے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشن کو پورا کرنے کے لیے ہم اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟ کیا برائیوں کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں؟ کیا نیکیوں کے اپنانے کے لیے بھرپور کوشش ہو رہی ہے؟ کیا عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی ہم بھرپور کوشش کر رہے ہیں؟

نیکیاں کرنے کی توفیق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش نہیں کر رہے جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے ایسی عبادت جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو نہ کہ صرف اپنی خواہشات کی تسکین اور تکمیل کے لیے تو پھر ہماری کوششیں بے کار ہیں یا ان باتوں کے حصول کی خواہش بے کار ہے۔ پس بہت گہرائی سے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ بہت زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے اعمال مسلسل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بجا لانے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اعمال کے لیے اخلاص شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ یہ اخلاص ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ابدال ہیں۔'' فرمایا کہ ''... خوب یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاوے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 354-355 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ وہ گُر ہے جسے اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہم خود تو اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں نہیں سنتا، بعض لوگوں کو یہ بھی شکوہ رہتا ہے۔ جائزہ لیں، دیکھیں کس حد تک ہم نے خدا تعالیٰ کے حق ادا کر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اتنا مہربان ہے۔ ہماری بے شمار غلطیوں کے باوجود بھی ہمیں نوازتا چلا جا رہا ہے۔ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی ہے کہ کس طرح ہم نے خدا تعالیٰ کے حق ادا کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کا حق ادا کیا جائے۔ مسجد ہم نے بنائی ہے تو اس کا حق ادا کریں۔ اس میں خالص ہو کر اس کی عبادت کے لیے آئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں نے پرستش کے لیے ہی جنّ و انس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش اور حضرت عزت کے سامنے دائمی

حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبت ذاتیہ کے ممکن نہیں اور محبت سے مراد یکطرفہ محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں محبتیں مراد ہیں تا بجلی کی آگ کی طرح جو مرنے والے انسان پر گرتی ہے اور جو اس وقت اس انسان کے اندر سے نکلتی ہے بشریت کی کمزوریوں کو جلا دیں اور دونوں مل کر تمام روحانی وجود پر قبضہ کر لیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 217-218)

پس دائمی توجہ کے ساتھ، مستقل توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہو گی اور اسی وقت یہ ہو گا جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو۔ ایسی ذاتی محبت ہو جو کسی اَور سے نہ ہو تب اللہ تعالیٰ کی محبت اور انسان کی اللہ سے محبت، بندے کی اللہ سے محبت وہ نتائج پیدا کرتی ہے جو ایک انقلاب لے آتی ہے۔

پس جو لوگ تھوڑی سی دعا کے بعد تھک جاتے ہیں یا جو دعا کا فلسفہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، جو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اس حوالے پر غور کرنا چاہیے۔

صرف ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دروازے پر مانگنے نہ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ایک ذاتی محبت پیدا کریں پھر اللہ تعالیٰ اس انسان سے محبت کرتا ہے

اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی مکمل اطاعت کی جائے۔ اللہ کے رسول سے محبت کرنا بھی ضروری ہے اور محبت کے جذبے سے اطاعت کی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور جب یہ دو محبتیں ملتی ہیں تو پھر جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وہ بارش برستی ہے جو انسان کی سوچ سے بھی بالا ہے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’چونکہ انسان فطرتاً خدا ہی کے لئے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت ہی میں اپنے لئے کچھ نہ کچھ رکھا ہوا ہے اور مخفی در مخفی اسباب سے اسے اپنے لئے بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری پیدائش کی اصلی غرض یہ رکھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر جو لوگ اپنی اس اصلی اور فطری غرض کو چھوڑ کر حیوانوں کی طرح زندگی کی غرض صرف کھانا پینا اور سو رہنا سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دُور جا پڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ان کے لیے نہیں رہتی۔ وہ زندگی جو ذمہ داری کی ہے یہی ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ پر ایمان لا کر زندگی کا پہلو بدل لے۔‘‘ یعنی مکمل طور پر اس پر کاربند ہو جائے کہ عبادت کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لے۔ فرمایا:

’’موت کا اعتبار نہیں ہے … تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور تم اس کے لئے بن جاؤ۔ دنیا تمہاری مقصود بالذات نہ ہو۔‘‘

فرمایا ’’میں اس لئے بار بار اس امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دُور پڑا ہوا ہے۔‘‘ فرمایا ’’میں یہ نہیں کہتا کہ تم دنیا کے کاروبار چھوڑ دو۔ بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ پر جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا‘‘ دنیا کے کاروبار بھی کرو، بیوی بچوں کے حق بھی ادا کرو یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ فرمایا ’’اور رہبانیت اسلام کا منشاء نہیں۔ اسلام تو انسان کو چست اور ہوشیار اور مستعد بنانا چاہتا ہے اس لئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدوجہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس کا تردّد نہ کرے تو اس سے مؤاخذہ ہو گا۔ پس اگر کوئی اس سے مراد یہ لے کہ دنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے وہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض و جذبات کو مقدم نہ کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 181 تا 184 ایڈیشن 1984ء)

پس بڑے غور اور توجہ کا مقام ہے۔ اب یہ بڑے درد سے فرما رہے ہیں کہ میں بار بار اس طرف توجہ دلا رہا ہوں، اس بات کو مت بھولو کہ تمہارا مقصدِ زندگی کیا ہے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا دعویٰ کر کے اپنے مقصد زندگی کو بھول جاتے ہیں تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے، ہمارے الفاظ کھوکھلے ہیں۔ پس

ہر احمدی کو بڑا غور کرنا چاہیے، سوچیں، جائزہ لیں اور دیکھیں کہ سارے دن میں کتنے منٹ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو دیتے ہیں؟ کیا چند منٹ کی نماز پڑھ کر اور وہ بھی کچھ سمجھ کر اور کچھ بغیر سمجھے ہم اپنی زندگی کے مقصدِ پیدائش کو پا سکتے ہیں!

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی کاموں سے نہیں روکتا بلکہ ایک حقیقی مومن سے اپنے کام میں، اپنے کاروبار میں، اپنی تجارتوں میں، اپنے زمیندارہ میں اعلیٰ معیار پر پہنچنے کی توقع رکھتا ہے مگر ساتھ ہی فرماتا ہے کہ ان دنیاوی کاموں کے ساتھ اپنے مقصدِ پیدائش کو نہیں بھولنا، اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔ مسجد بنائی ہے تو اس کی ظاہری خوبصورتی پر نازاں نہ ہو جاؤ بلکہ اس کی اصل خوبصورتی جو حقیقی عبادت کرنے والوں سے پیدا ہوتی ہے اس کا خیال رکھو۔ تقویٰ پر قدم مارو اور تقویٰ کے معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جب یہ ہو گا تو تم حقیقی عبادت کرنے والے کہلا سکو گے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی عبادت گزاروں کا کام ہے کہ ظاہری اور باطنی صفائی کے بھی سامان کریں۔ اس لیے نماز پڑھنے والوں کو عمومی حکم ہے کہ اپنے کپڑوں کو بھی صاف رکھو اور ہر نماز سے پہلے وضو کرو کیونکہ ظاہری صفائی کا انسان کے اندرونے پر بھی اثر ہوتا ہے۔ پھر وضو سے انسان ویسے بھی تازہ دم ہوتا ہے اور نماز کی طرف صحیح توجہ رہتی ہے۔

پھر نماز کے حکم کے ساتھ ایک حکم یہ بھی ہے کہ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ اس کا ایک تو عمومی مطلب متوازن خوراک سے لیا جاتا ہے کہ ایک مومن کھانے پینے میں اسراف نہیں کرتا اور اس اسراف نہ کرنے سے اس کی صحت بھی ٹھیک رہتی ہے اور عبادت بھی صحیح رنگ میں ہوسکتی ہے۔ دوسرے یہ بھی مطلب ہے کہ

حقیقی مومن کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور سو رہنا نہیں ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جانوروں کی خصوصیت بیان فرمائی ہے اور ابھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پڑھا ہے۔ اس میں بھی آپؑ نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ تو جانوروں کا کام ہے اور اس کو مزید کھولیں تو اس سے یہ بھی مراد ہے کہ صرف دنیاوی چیزوں اور چاہتوں کے پیچھے نہ پڑو یا نہ پڑے رہو بلکہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچانو۔ ایک حقیقی عابد بے شک دنیاوی کام بھی کرتا ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ ڈوب نہیں جاتا کہ یہ ہوش ہی نہ رہے کہ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اور میں نے نماز بھی پڑھنی ہے بلکہ نماز کے اوقات میں فوری خیال آنا چاہیے کہ اب میرے دنیاوی کاموں کا وقت ختم اور میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنی ہے۔ یہ نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لی بلکہ سنوار کر پڑھنی ہے۔ اپنی ظاہری صفائی اور زینت کے ساتھ اپنے دل کو بھی تقویٰ کی زینت سے بھرنا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک تمہیں کھانے پینے کی اجازت ہے، ہر پاک اور طیب چیز تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور جائز ہے، تمہیں کاروباروں اور دنیاوی کاموں کی اجازت ہے لیکن اگر یہ باتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکیں، مسجد میں جانے اور عبادت کی یاد بھلا دیں تو یہ اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ کو اسراف پسند نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا کہ پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ آج کل کے زمانے میں تو یہ بڑا مشکل کام ہے۔ انسان کاموں سے کس طرح فرصت لے کہ پانچ نمازیں پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مشکل نہیں ہے بلکہ تمہارا صرف دنیا کی باتوں کی فکر کرنا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا اسراف ہے اور پھر یہ اسراف آہستہ آہستہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے دُور لے جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اظہار انسان سے ہو جائے تو پھر انسان تو کہیں کا نہیں رہتا۔ کہنے کو بے شک کہتا پھرے کہ مَیں مسلمان ہوں، مَیں احمدی ہوں، مَیں نے زمانے کے امام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کی ہے لیکن اس کا عمل اسے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا حامل بنا رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بڑی متوازن تعلیم دی ہے کہ دنیا بھی کماؤ لیکن دین کو بھی ہمیشہ سامنے رکھو، اس میں اسراف نہ کرو اور حقیقی مومن وہی ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور جب ایک انسان حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کے بھی نئے سے نئے راستے کھولتا ہے اور

اس کے کام میں برکت بھی عطا فرماتا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ڈھالے، اپنی عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی ضروریات بھی مل جاتی ہیں۔ ہاں دنیاوی لالچ کی خواہشات بڑھتی جاتی ہیں اور اگر یہ بڑھ جائیں تو یہ ایسی آگ ہے جو کبھی بجھتی نہیں ہے۔ اگر دین پر انسان قائم ہو تو یہ دنیاوی خواہشات کی ہر وقت بھڑک پھر نہیں رہتی کیونکہ یہ آگ تو ایسی ہے جو کبھی نہیں بجھتی اور انسان اس میں بھسم ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی کچھ نہیں ملتا جو حقیقی زندگی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس

ہمیں ان ایمان لانے والوں میں سے ہونا چاہیے جو مسجدوں کو آباد کرنے والے ہیں اور مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک نماز سے دوسری نماز تک انتظار کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی الحب فی اللہ حدیث ۲۳۹۱، ابواب الایمان باب ما جاء فی حرمة الصلاة حدیث ۲۶۱۷)

کہ کب وقت ہو اور ہم نماز کے لیے جائیں۔ پس یہ مقصد ہے مسجد کی تعمیر کا کہ اسے آباد کرنا ہے اور کس طرح آباد کرنا ہے۔

پس اب یہ مسجد بنانے کے بعد یہاں کے رہنے والوں کا کام ہے کہ اسے آباد بھی کریں

اور یہی طریق ہے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا، اپنی بھی اصلاح کرنے کا اور اپنی نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کا، ورنہ موجودہ زمانے کی چمک دمک ہماری نسلوں کو دین سے دُور لے جائے گی۔ بچپن سے ہی انہیں مسجد کے ساتھ جوڑنے اور دین کی اہمیت بتانے کی ضرورت ہے اور یہ ماں باپ دونوں کا کام ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ مسجد کے بننے سے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اور اب افتتاح سے جماعت کا مزید تعارف ہو گا۔ مسجد کا اور اسلام کا تعارف ہو گا تو تبلیغ کے راستے کھلیں گے، مزید رابطے بھی ہوں گے۔ پس ان سے فائدہ اٹھا کر اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی ہر احمدی کا کام ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی… لیکن‘‘ فرمایا ’’شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 119 ایڈیشن 1984ء)

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے مسجد سے جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر یہاں کے احمدیوں کی کوششیں اخلاص سے ہوں گی، عبادتوں کے معیار ہوں گے تو ان شاء اللہ جماعت کی ترقی کی یہاں بھی سمجھیں کہ اب بنیاد پڑ گئی ہے۔ پس اپنی عبادتوں اور اخلاص کے معیار بڑھاتے چلے جائیں۔ اپنی نسلوں میں بھی اس اخلاص اور دعا کی اہمیت اور عبادت کی اہمیت کو منتقل کرتے چلے جائیں تو اس مادی دنیا کے دلدادوں میں بھی ہم انقلاب پیدا ہوتا دیکھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 170 ایڈیشن 1984ء)

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے ہوں اور اس مسجد کو آباد کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں اور عبادتوں کو بھی قبول فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 28/اکتوبر 2022ء صفحہ 5تا9)

مرسلہ: سعدیہ طارق

’’ابا کا آنگن‘‘

رات بجلی گئی تو سب گھر والے باہر صحن میں نکل کر بیٹھ گئے۔ آسمان پر نظر پڑی تو ستارے بڑی دور نظر آئے ان کی چمک دھمک بھی پہلے سی نہیں تھی بلکہ اسی طرح ماند پڑتی محسوس ہوئی جیسے ہم خود رفتہ رفتہ ماند پڑ رہے ہیں۔ ماند پڑتے تارے مجھے ان چمکتے ستاروں کے وقت میں لے گئے جو میرے ابا کے آنگن میں چمکتے تھے، ابا کے آنگن میں سیاہ رات بھی ان کی چمک کو اپنی سیاہی سے مدہم نہیں کرسکتی تھی۔ خوشیوں سے اور سکون سے بھرا ہوا گھر، بہن بھائیوں کی آپس کی معصوم چھیڑ خانیاں، شرارتیں چٹکلے، رات کو صحن میں بستر پر لیٹ کر تارے گننا یادوں کا جھروکا سا کھل گیا۔

شام کو صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد چارپائیاں بچھائی جاتیں جن پر بڑے قرینے سے صاف ستھری چادریں ہوتیں۔ گھر کے بڑے شام کی چائے صحن میں بیٹھ کر پیتے تھے بچوں کو چائے نہیں دی جاتی تھی کہ چائے کی عادت پڑ جائے گی، بچوں کو گرمی کے موسم میں دودھ میں سوڈا ملا کر پلایا جاتا۔ اگر کوئی دودھ سے انکار کرتا تو اسے زبردستی پلایا جاتا تھا۔

اندھیرا شروع ہوتے ہی ٹی وی بھی باہر میز پر رکھ دیا جاتا۔ رات کا کھانا بھی صحن میں ہی کھایا جاتا تھا۔ امی کی یہ فکر کہ لڑکیوں کو گھر داری سکھانی ہے ’’اٹھو روٹی تم بناؤ گی رات کو کچن تمھارے ذمہ ہے‘‘ ساری شام کا مزا خراب کر دیتی تھی، آنکھوں میں آنسو لئے کچن میں چلے جانا دل میں اس یقین کے ساتھ کہ شاید ہم ہی وہ سنڈریلا ہیں جس کی کہانی بہت دفعہ سنائی جاچکی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہر روز امی کو دعا دیتے ہیں کہ انہوں نے کام کی عادت ڈالی۔ اللہ کے فضل سے اب کام کرنا بوجھ نہیں لگتا۔

رات سونے سے پہلے چارپائیوں کو دوبارہ ترتیب دیا جاتا تھا۔ پنکھے کے سامنے ایک بھائی کی چارپائی پھر دوسرے بھائی کی اس کے بعد بہنوں کی اور آخر پر پھر امی ابا کی چارپائیاں۔ گھر میں مددگار ملازم بچہ، جو وقت کے ساتھ بدلتا رہا کبھی صادق کے روپ میں تو کبھی نکی کی شکل میں۔ کبھی کسی ماسی کی صورت میں بدل جاتا تھا لیکن وہ بھی گھر کا ایک فرد جانا جاتا، ہر جگہ ساتھ ساتھ رہتا۔

ضد کے باوجود لڑکیوں کو سائیڈ والی چارپائی نہیں ملتی تھی۔ اگر کبھی زیادہ ضد پنکھے کے سامنے سونے کی کرتے تو پنکھا سرہانے کی طرف رکھ دیا جاتا تھا تا کہ سب کو ہوا برابر لگے۔

رات امی ابا نماز کا سبق سنتے، کوئی دعا یاد کرواتے، کبھی دونوں اپنے بچپن کے واقعات سناتے تھے۔ ہم امی ابا کو سنتے ہوئے ساتھ ساتھ آسمان پر کسی چلنے والے ستارے کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے سو جاتے، صبح ابا کی محبت بھری آواز کان میں پڑتی ’’اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ‘‘

جلدی سے اٹھ کر بند آنکھوں کے ساتھ وضو کرتے تا کہ نیند نہ اڑ جائے۔ نماز کے بعد گرم کمروں میں پنکھے کی لو میں ایک گھنٹے کی نیند کا کوئی متبادل کہاں تھا۔ امی کا سکول کے لئے جگانا اور پنکھا بند کر دینا اس وقت امی سب سے ظالم لگتی تھیں اب سوچ کے کتنا اچھا لگتا ہے وہ وقت پلک جھپکنے میں گزر گیا۔

شام کو محلے کے بچوں کے ساتھ باہر جا کر کھیلنا۔ گھر سے ہدایت کہ زیادہ دور نہ جانا۔ ورنہ کوئی پکڑ کر لے جائے گا۔ بس یہ ایک ہی ڈراوا کافی ہوتا تھا۔

پتہ نہیں یہ بچپن اتنی جلدی کیوں گزر گیا ابھی تو بہت ساری محبتیں سمیٹی تھیں۔ پھر وقت بدلنا شروع ہو گیا گھروں کے رہن سہن بدل گئے۔ صحن کی جگہ لاؤنج بن گئے۔ خوب سے خوب تر کی جستجو نے بہت کچھ ہم سے چھین لیا، چمکتے ستارے مدہم اور دور ہوتے چلے گئے۔ ساتھ سونے جاگنے والے بہن بھائی بھی دور ہو گئے، امی ابا بھی چھوٹ گئے، وقت کے دھاروں میں سب کچھ مدہم پڑ گیا، ’’بجلی آ گئی ہے‘‘ کی آواز نے سب یادوں کے کواڑ بند کر دیے ’’ہم ابا کے آنگن سے ایک بار پھر جدا ہو گئے‘‘

’’یاد ماضی متاع حیات ہے
یارب! بڑھادے حافظہ میرا‘‘

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

حضور انور سے ملاقات کے بعد ایک احمدی فیملی کے جذبات

اگلے روز میری ملاقات مکرم نوید احمد (بعمر بتیس سال) سے ہوئی جن کے ساتھ ان کی اہلیہ مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ بھی تھیں۔ ان دونوں کی کچھ دیر قبل حضور انور سے ملاقات ہوئی تھی۔ مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ کو زندگی میں پہلی مرتبہ خلیفۂ وقت سے ملاقات کا شرف ملا تھا۔ ان لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ ’’میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں یہ دن دیکھوں گی جہاں میں اللہ کے خلیفہ سے اس قدر قربت میں بیٹھوں گی۔ یہ خلافت کا سائبان ہے جو ہماری حفاظت کرتا ہے اور سیدھے راستے پر قائم رہنے کے لیے ہمارا واحد ہتھیار ہے۔ حضور انور سے ملاقات نے مجھے اللہ تعالیٰ سے قرب میں بڑھایا ہے اور میں دعا کرتی ہوں کہ یہ کیفیت دائمی بن جائے۔

ان کی ملاقات اس دن کے پہلے حصے میں خالہ سبوحی (حضور انور کی اہلیہ) سے ہوئی تھی۔ آپ سے ملاقات پر مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ نے بتایا کہ ’’آپا جان سے ملاقات بھی بہت بڑی سعادت تھی۔ آپ نہایت شفیق اور ہمدرد ہیں۔ جب آپ ان سے ملتے ہیں تو آپ کو اس بات کا ادراک حاصل ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کتنے اعلیٰ ہیں اور یہ کہ ان کے پاس اسلام کے بارے میں کس قدر علم ہے جس سے وہ ہماری راہنمائی فرماتی ہیں۔

اس دن منعقد ہونے والی دونوں کلاسز کے اختتام پر حضور انور مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور مجھے کوریڈور میں دیکھنے کے بعد آپ نے مجھے اپنے دفتر میں طلب فرمایا۔ اگلے چند منٹ جو حضور انور کی صحبت میں گزرے وہ نہایت انمول تھے۔ الحمدللہ

حضور انور نے استفسار فرمایا کہ میری اہلیہ مالہ کیسی ہیں اور میرے بیٹے ماہد کے بارے میں بھی پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ الحمدللہ سب خیریت سے ہیں۔

نہایت شفقت سے حضور انور نے استفسار فرمایا کہ جرمنی میں کھانے کا معیار کیسا تھا۔ حضور انور کی یادداشت نہایت غیرمعمولی ہے۔ اس لیے آپ کو یاد تھا کہ ایک روز قبل ہم ایک احمدی کے گھر کھانے پر مدعو تھے۔ اس لیے آپ نے دریافت فرمایا کہ کھانا کیسا تھا۔ حضور انور نے یہ بھی دریافت فرمایا کہ اس دن منعقد ہونے والی وقف نو کی کلاس کیسی رہی۔

میں نے عرض کیا کہ یہ کلاس بہت اعلیٰ تھی۔ ماشاءاللہ۔ تاہم ایسا لگتا تھا کہ خدام پر وفات کا خیال بہت غالب ہے کیونکہ کئی سوالات اسی کے متعلق تھے۔ حضور انور نے خوب تبسم فرمایا نیز فرمایا کہ ’’ہاں اس کے بارے میں کئی سوالات تھے۔‘‘

دعا کی اہمیت کے متعلق حضور انور کی رہنمائی

دفتری ملاقات کے دوران میں نے حضور انور سے عرض کی کہ ان کی بہو مکرمہ ہبہ صاحبہ کا کیا حال ہے۔ جیسا کہ ان کے ہاں ایک بچے کی پیدائش متوقع تھی۔ حضور انور نے جواباً فرمایا ’’اس سے فرق نہیں پڑتا کہ بچے کی پیدائش کب ہو۔ ہمیں دعا جاری رکھنی چاہیے کہ جب بھی پیدائش ہو بچہ صحت مند اور خیریت سے ہو۔‘‘

الحمدللہ حضور انور کی لندن واپسی کے ایک روز بعد محترمہ ہبہ اور محترم وقاص بھائی (صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب) کے ہاں تیسرے بچے کی پیدائش ہوئی اور حضور انور نے نومولود کا نام مرزا عماد معاذ احمد تجویز فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی اور عمر دراز سے نوازے)۔ آمین

حضور انور کے الفاظ سے مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب میری اہلیہ مالہ، ماہد کے وقت امید سے تھیں۔ میری اہلیہ کو امید سے ہونے کی خبر ملنے میں بہت وقت لگا تھا اور ہمیں یقین ہے کہ یہ حضور انور کی دعاؤں کی بدولت تھا کہ ہمیں اولاد نصیب ہوئی۔ اس وقت حضور انور کو یہ اچھی خبر بتانے پر آپ نے فرمایا کہ آپ کی خواہش ہے کہ آپ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں اور ھدایات دیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ ’’مجھے پتہ ہے کہ تم دونوں میں بہت زیادہ جذباتی ہونے کی اہلیت ہے تاہم اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ اگلے نو ماہ دعاؤں اور استغفار کرنے کا وقت ہے۔‘‘

جب دن، ہفتے اور مہینے گزرتے گئے تو مجھے ادراک ہوا کہ حضور انور کی نصیحت کس قدر قیمتی اور پرحکمت تھی۔ مجھے سمجھ آئی کہ دوران حمل کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور کئی خطرات پیش آتے ہیں اس لیے مستقل دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک ذاتی ملاقات

بعد ازاں میں نے حضور انور سے عرض کی کہ کسی نے مجھے ای میل میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضور انور کا خطبہ جمعہ سنا ہے اور حضور انور کے الفاظ سننے کے بعد وہ ہمیشہ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار رہیں گے۔ اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ’’آپ کو اس شخص کو اپنی مثال دے کر بتانا چاہیے تھا کہ چند سال پہلے تک تمہیں کوئی نہیں جانتا تھا لیکن اب تم ہماری جماعت میں خوب جانے اور پہچانے جاتے ہو اور تم کئی لوگوں سے ملے ہو اور کئی مواقع میسر آئے ہیں۔ یہ سب تمہاری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محض اس لیے ہے کہ تم نے خلافت سے قربت اختیار کی ہے۔‘‘

مجھے اس جواب کی توقع نہ تھی اور کچھ دیر توقف کے بعد سوچا کہ حضور انور نے بالکل درست فرمایا تھا۔ دراصل جب حضور انور یہ بیان فرمارہے تھے تو میں اپنی سابقہ زندگی پر نظر دوڑا رہا تھا جو آٹھ سے نو سال پہلے کی بات ہے۔ اس وقت میں ایک نوجوان وکیل تھا جس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی اور نوکری کی تلاش میں تھا۔ مجھے جلد احساس ہوا کہ میری زندگی کا مقصد ہرگز وکیل بننا نہ تھا جو مجھے ذہنی سکون اور اطمینان دے سکے۔ میں کچھ عرصہ قبل ہی لندن شفٹ ہوا تھا اور Hartlepool میں پرورش پائی تھی جہاں میرے مرحوم والدین رہتے رہے تھے۔

اب لندن میں شفٹ ہونے کے بعد مجھے حضور انور سے اکثر ملاقات کا موقع ملتا تھا اور یہ بھی کہ آپ کی اقتدا میں نمازیں ادا کروں۔ انہی دنوں میں، میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنی ساری زندگی جماعت اور خلافت کی خدمت میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ ان مشکل دنوں میں حضور انور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بطور واقف زندگی قبول فرمایا۔ آپ نے مجھے قبول فرمایا باوجود اس حقیقت کے کہ میرے میں کوئی خوبی یا ہنر نہ تھا۔ میں جامعہ سے فارغ التحصیل بھی نہ تھا۔ میرا مذہبی علم کم تھا۔ جماعتی دفاتر کا بھی اچھا تعارف نہ تھا۔ میری بس یہی ایک خواہش تھی کہ اپنے خلیفہ کی قربت میں رہوں۔

اس روز سے جب سے میرے خلیفہ نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے مجھے قبول فرمایا تھا میری زندگی میں ایک (نہایت مثبت) تبدیلی رونما ہوئی جو محض خلافت کی برکے اور قربت کی وجہ سے تھی۔ الحمدللہ۔

یوں کئی سالوں کے بعد جب جرمنی میں حضور انور نے مجھے فرمایا کہ مجھے خلافت کی برکات کے حوالہ سے اپنی ذاتی مثال پیش کرنی چاہیئے تھی تو میرا جواب یہی تھا کہ ’’حضور آپ سو فیصد درست فرما رہے ہیں۔‘‘

(حضور انور کا دورہ جرمنی مئی- جون 2015 اردو ترجمہ از ڈائری مکرم عابد خان حصہ دوم)

(باتعاون: مدثرہ ثروت۔ جرمنی)

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرم عرفان احمد طاہر لکھتے ہیں۔

الحمدللہ! روزنامہ الفضل آن لائن اپنی مثال آپ ہے۔ تمام مضامین انتہائی دلچسپ ہوتے ہیں۔ جب تک کہ پورے اخبار کا بغور مطالعہ نہ کرلیا جائے تو ایسے ہی لگتا ہے کہ آج کوئی خاص کام نہیں کیا۔ کچھ تشنگی سی محسوس ہوتی ہے اور مطالعہ کر لینے کے بعد ہی روح کو تسکین ملتی ہے۔ اس اخبار کی تعریف و توصیف میں جس قدر لکھا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو صحت و سلامتی والی فعال زندگی عطا فرمائے آمین۔

• مکرمہ ثمرہ خالد۔ جرمنی سے لکھتی ہیں۔

گزشتہ دنوں پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ امریکہ کی ایمان افروز اور مفصّل روداد پڑھنے کو ملتی رہی۔ جس کے لئے مکرم عبد الماجد طاہر اور ادارہ الفضل خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

روداد میں اوقات کے بیان سے لے کر حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات اور لوگوں کے جذبات کا ذکر قاری کو اس طرح ساتھ لے کر چلتا ہے کہ انسان بچشمِ تصور خود کو بھی انہی جگہوں پر موجود پاتا ہے۔

مضمون ’’ایک انگریزی محاورہ پر طبع آزمائی‘‘ کمال نکتہ لیے ہوئے ہے۔ اکثر و بیشتر مضامین منفرد، دلچسپ اور لطیف نکات سے مزّین ہوتے ہیں جنہیں عنوان کے مفہوم، جگ بیتیوں کے بیان اور اسلام احمدیت کی تعلیمات کی روشنی میں خوب کھول کر بیان کیا جاتا ہے۔

سلسلہ ’’سو سال قبل کا الفضل‘‘ کا آغاز کرنے پر خاکسار آپ کی بہت مشکور رہے۔ اس میں دیئے گئے لنک کے ذریعے بہت آسانی سے پرانے الفضل کو دیکھنے اور پڑھنے کی توفیق بھی مل جاتی ہے جو کہ کسی نعمت سے کم نہیں۔

جاذب محمود۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآن کریم میں مذکور
حضرت ابراہیمؑ کی شاندار خوبیاں

قسط دوم۔ آخری

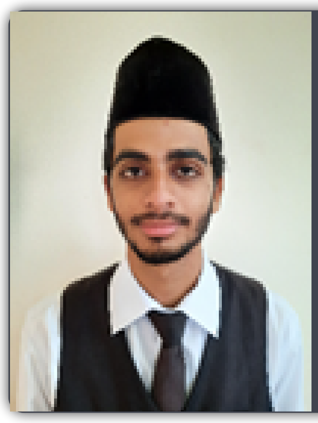

کامل وفاداری

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ کی وفا داری کی بھی خاص تعریف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم:38) اور ابراہیم جس نے عہد کو پورا کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بطور اعلیٰ مثال بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ ہم بھی اپنے تمام عہدوں کو پورا کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ اس وفاداری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ساری قیمت اور شرف وفا سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو شرف اور درجہ ملا وہ کس بناء پر ملا؟ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى ابراہیم وہ جس نے ہمارے ساتھ وفاداری، کی آگ میں ڈالے گئے مگر انہوں نے اس کو منظور نہ کیا کہ وہ ان کافروں کو کہہ دیتے کہ تمہارے ٹھاکروں کی پوجا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے لیے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انہوں نے فی الفور اس کو قبول کرلیا، ہر ایک ابتلا کو انہوں نے اس طرح پر قبول کرلیا کہ گویا عاشق اللہ تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 383-384 ایڈیشن 2016ء)

حضرت ابراہیمؑ کی یہ تعریف ہر واقف زندگی کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ اسی وقف کی روح کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کے فارغ التحصیل طلباء کو اپنے پیغام میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی بھی خدا تعالیٰ سے بے وفائی نہ کریں بلکہ ہمیشہ اپنے پروردگار کے وفادار رہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ اسی لئے خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قرآن کریم میں درج ذیل الفاظ میں تعریف فرمائی ہے: وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم:38) اور ابراہیم جس نے عہد کو پورا کیا۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ اپنے خدا کے وفادار رہے اور ہمیشہ اپنے عہد کی پاسداری کی۔ پس آپ نے بھی وقف کا عہد باندھا ہے اور اپنی زندگیاں وقف کی ہیں، اس لیے آپ کو بھی اپنے اس عہد کو پورا کرنے کی مکمل کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سخت تکالیف برداشت کیں اور کٹھن حالات کا مقابلہ کیا کیونکہ آپ کامل طور پر خدا کی محبت میں مخمور تھے۔ آپ کی کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی اور یہی وقف کی حقیقت ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 28/ جون 2019ء صفحہ 12)

پھر کامل وفاداری دکھانے کے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ فرمایا:

’’ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ کیا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے طیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری طیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کرسکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 86-87 ایڈیشن 2016ء)

قبولیتِ دعا کے عظیم الشان نظارے

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کے قبولیت دعا کے نظارے بھی پیش کیے ہیں۔ یہاں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

آپؑ نے جب حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ میں چھوڑا تو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کہ یہ دعا مانگی: رَبَّنَاۤ اِنِّىۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ۝۳۸ (ابراہیم:38) اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔ اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کرتا کہ وہ شکر کریں۔

اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم الشان ذرائع سے قبول فرمایا۔ آج مکہ میں دنیا کے ہر خطے سے لوگ آتے ہیں اور لوگ روز اسلام کی طرف مائل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد دنیا میں آپؑ کی جماعت اسلام کا نام اور توحید کا پیغام مسلسل پھیلا رہی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر بھی اس دعا کو قبول فرمایا اور مکہ جو ایک بے آب و دانہ شہر تھا آج ہر قسم کے پھلوں سے دستیاب ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ، جن کو 1912ء میں حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہاں ایسے پھل کھائے جو نہ ہندوستان میں کھائے نہ شام میں نہ اٹلی میں اور نہ فرانس میں۔

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 486)

یہ دعا آنحضرت ﷺ کی صورت میں بھی پوری ہوئی کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے صرف عرب ہی مکہ آیا کرتے تھے مگر آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اب نہ صرف دنیا بھر سے لوگ آتے ہیں بلکہ مکہ توحید کا ایک عظیم مرکز بن گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں بھی کسی خود غرضی پر مبنی نہ تھیں۔ آپؑ کو انسانیت کی ہدایت کے لئے ہی فکر تھی۔ آپؑ نے یہ دعا کی کہ: رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۱۳۰ (البقرہ:130)

اے ہمارے ربّ! تو ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور اُن کا تزکیہ کر دے۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

قد سمع اللہ ۲۸	۱۰۲۰	الممتحنۃ ٦٠
قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ○		۵۔ یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوۂ حسنہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور اُس سے بھی جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کی دشمنی اور بغض ظاہر ہو چکے ہیں یہاں تک کہ تم ایک ہی اللہ پر ایمان لے آؤ۔ سوائے اپنے باپ کے لیے ابراہیم کے ایک قول کے (جو ایک استثناء تھا) کہ میں ضرور تیرے لئے بخشش کی دعا مانگوں گا حالانکہ میں اللہ کی طرف سے تیرے بارہ میں کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے ربّ! تجھ پر ہی ہم توکل کرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم جھکتے ہیں اور تیری طرف ہی لَوٹ کر جانا ہے۔

قرآن کریم نے اس دعا کی قبولیت کی شہادت خود دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الجمعہ میں فرماتا ہے: هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ (الجمعہ:3)

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا جواب انہی الفاظ میں کیا۔ آنحضرت ﷺ خود فرمایا کرتے تھے کہ: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ (المستدرک علی صحیحین الحاکم جلد 2 صفحہ 453 تفسیر سورۃ الاحزاب:47 حدیث نمبر 3566)۔ یعنی میں وہ شخص ہوں جو اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعاؤں کے مطابق دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں۔ پس یہ ایک زبردست دعا تھی جس کے مصداق آنحضرت ﷺ ٹھہرے اور آپ کی شریعت اسی دعا کے سبب نازل ہوئی۔ اس دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے موسوی سلسلہ کو جاری کیا اور اس کے بعد محمدی سلسلہ جاری کیا جس کی آخری کڑی حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے پوری ہوئی۔ اسی دعا کی قبولیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا بھی ایک زبردست نشان دنیا کو دیا۔ کہ ایک شخص کی دعا کے نتائج کس شان سے 2,500 سال بعد ظہور میں آئے۔

حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں مجھے بعض دوستوں نے قرآن کریم پڑھانے کو کہا۔ درس کے دوران جب میں حضرت ابراہیمؑ کی مذکورہ بالا دعا پر پہنچا کہ اے اللہ ان میں انہی میں سے ایک نبی پیدا کر تو آپؓ فرماتے ہیں کہ: ’’یکدم میرے دل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا۔ کہ یہ آیت اس سورۃ [یعنی سورۃ البقرہ – ناقل] کے مضامین کی کنجی ہے اور اس سورت کے تمام مضامین اس آیت کی تشریح ہیں۔ بلکہ انہیں بیان بھی اسی ترتیب سے کیا گیا ہے جس ترتیب سے دعائے ابراہیمی میں ان کا ذکر آتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مزید یہ امر کھولا کہ سورۂ کوثر دعائے ابراہیمی کا جواب ہے جس کا سورۃ بقرہ میں ذکر آتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 191)

پھر حضرت ابراہیمؑ نے مکہ شہر کے لئے خاص دعا بھی کی کہ: رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ (البقرہ:127) اے میرے رب! اس جگہ (یعنی مکہ) کو ایک پُر امن اور امن دینے والا شہر بنا دے اور اس کے بسنے والوں کو جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہر قسم کے پھلوں میں سے رزق عطا کر۔

آج تک کوئی بیرونی دشمن مکہ پر حملہ نہیں کر پایا اور گو بہت سے لوگوں نے کوشش کی مگر یہ حرمت والا شہر ہمیشہ کے لئے مفسدوں کے لئے بند کر دیا گیا۔ یہ دعا اور مذکورہ بالا دعا جو آنحضرت ﷺ کے حق میں قبول ہوئی ایک نہایت عظیم الشان رنگ میں بیک وقت بھی پوری ہوئیں۔ جس سال آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی، اسی سال واقعہ اصحاب الفیل وقوع

پذیر ہوا جب ابرہہ نے مکہ پر حملہ کرنا چاہا اور وہ ناکام و نامراد رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی ان دونوں دعاؤں کو نہایت حیرت خیز رنگ میں پورا کیا۔ اصحاب الفیل کا واقعہ بیان کر کے قرآن کریم نے اس کی شہادت خود بھی دے دی کہ مکہ امن میں ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (آل عمران:98) جو بھی مکہ میں داخل ہو گا وہ امن میں ہو گا۔ اس شہر میں کوئی لڑائی نہیں ہو گی۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا رَبِّ اجۡعَلۡ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا کا جواب وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا دیا۔

پھر آپؑ کی ایک اور دعا کا ذکر قرآن کریم میں درج ہے۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی: وَاجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ (الشعراء:85)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس دعا کا یوں ترجمہ کیا ہے:

’’اے میرے خدا! تو آخری زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں میرے لئے دعا کی تحریک پیدا کر دے۔ لیکن وہ دعا عارضی نہ ہو بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ہو اور پھر وہ تعریف صرف لوگوں کی زبانوں پر ہی نہ ہو بلکہ واقعہ میں میرے نیک کام دنیا میں قائم رہیں اور اس طرح مجھے ظاہری اور باطنی طور پر اچھی تعریف حاصل ہو۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 188)

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں لکھ چھوڑا: وَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۱۱۰﴾ (الصافات:109-110) اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت ابراہیمؑ پر سلامتی بھیجی بلکہ ہر روز مسلمان ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے آپؑ پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ مسلمان ہی ہیں جو آپ کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہتے اور لکھتے ہیں۔ اس دعا نے آج مسلمانوں اور خصوصاً افراد جماعت احمدیہ کی صورت میں قبولیت پائی۔ کیونکہ مسلمان پچھلے تیرہ سو سال سے، ہر روز، ہر نماز میں، آپؑ پر درود بھیج رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ خصوصاً درود شریف پر زور دیتی چلی آ رہی ہے۔ اسی ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں: ’’دنیا کے لوگ عزت چاہتے ہیں۔ اولاد چاہتے ہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں۔ ذکر خیر چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں سے ابراہیم کو متمتع کیا۔ ان کو دیکھو کہ کوئی حساب نہیں۔ عظمت کا یہ حال ہے کہ مسلمان، یہودی، صابی، پارسی، عیسائی باوجود بہت سے اختلاف کے ان کو یکساں معزز و مکرم مانتے ہیں ...... تورات میں ہے کہ جو تیری بے ادبی کرے گا میں اسے ذلیل کروں گا۔ جو تیرے لئے برکت مانگے گا میں اسے برکت دوں گا اسی لئے اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 235)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ (الصافات:110) کی آواز جو آئندہ نسلوں سے اٹھنی ہے اس نے محسنین کا یہ معنی بھی ہمیں دکھا دیا۔ ابراہیمؑ بہت بڑا محسن تھا، اس کی کوکھ سے، اس کی نسل سے وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس نے قربانیوں کے لامتناہی سلسلے قیامت تک جاری کر دینے تھے۔ پس اتنا بڑا محسن انسانیت کا یعنی براہ راست نہ سہی اللہ کے حوالے سے سہی مگر اس کے دل کی آرزوؤں کو آسمان نے قبول کیا اور آسمان سے وہ رحمت برسائی جس کا نام رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہے۔ یہ بھی تو ابراہیمؑ کے احسانات میں سے ایک ہے جو انسانیت پر کیے گئے، آئندہ ہونی تھی اور اس آزمائش پر اسے پورا اترنے کی توفیق بھی ہم نے عطا کرنی تھی اور جب وہ آزمائش پر اتر جاتا تو مقدر تھا کہ آئندہ اس کی آنے والے دور کی نسلوں میں بھی وہ قربانی جاری رہے اسی جذبے کے ساتھ جاری رہے اور ہر قربانی کے دل سے یہ آواز اٹھے سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ اے ابراہیم! تجھ پر سلام ہو، بڑا عظیم الشان وجود تھا۔‘‘

(خطبات طاہر خطبات عیدین صفحہ 621-622)

پھر آپؑ کی ایک ایسی دعا بھی ہے جس کو تعجب آمیز ذریعہ سے قبولیت نصیب ہوئی۔ قرآن کریم نے آپ علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا ہے کہ: رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ (البقرہ:129)۔ یعنی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے حضور مسلمان قرار دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک بڑی امت کو اپنے حضور مسلمان قرار دے۔

پس اسی دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ ھُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِیۡ ھٰذَا (الحج:79) یہ وہ ملت ہے جو تمہارے بزرگ باپ حضرت ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اس نے (یعنی اللہ نے) تمہیں مسلمان قرار دیا اور اس سے پہلے (یعنی ابراہیم کے وقت) اور اس میں بھی (یعنی قرآن کریم میں بھی)۔

پس یہاں صریح الفاظ میں حضرت ابراہیمؑ کو مسلمان قرار دیا۔ آپ علیہ السلام کی صفات ایک مسلمان کی صفات تھیں اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، قرآن کریم نے یہ بھی کہا کہ مسلمان آپ علیہ السلام کی پیروی کریں۔ غرض حضرت ابراہیمؑ کی تمام اداؤں کا خلاصہ قرآن کریم نے اسلام بیان کیا ہے۔

پھر قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بھی آپؑ کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا: مَا کَانَ اِبۡرٰہِیۡمُ یَہُوۡدِیًّا وَّلَا نَصۡرَانِیًّا وَّلٰکِنۡ کَانَ حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۶۸﴾ (آل عمران:68)۔ حضرت ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھا لیکن وہ ہمیشہ خدا کی طرف جھکے رہنے والے مسلم تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ جب بھی دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگتے۔ درحقیقت قبلہ رو ہو جانے کا نام اسلام ہی ہے اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا یہی مطلب ہے کہ اسلام ہمیشہ خدا کی طرف قبلہ رو ہونے کا نام ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بھی آپ کی سات عظیم الشان دعائیں اور ان کی قرآن کریم میں مذکور قبولیت کا ذکر کیا ہے۔

(نور الدین صفحہ 249-250)

مہمان نوازی

قرآن کریم نے دو مقامات پر آپؑ کی مہمان نوازی کا ذکر کیا ہے۔ بعض لوگ آپ علیہ السلام کے گھر آئے جو حضرت لوطؑ کی قوم کی طرف ان کے غلط کاموں کے سبب ان کو عذاب الٰہی کے آنے کے وقت کی خبر دینے جا رہے تھے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے: ھَلۡ اَتٰىکَ حَدِیۡثُ ضَیۡفِ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۵﴾ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوۡمٌ مُّنۡکَرُوۡنَ ﴿۲۶﴾ فَرَاغَ اِلٰۤی اَھۡلِہٖ فَجَآءَ بِعِجۡلٍ سَمِیۡنٍ ﴿۲۷﴾ (الذاریات:25-27) کیا تجھ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے کہا سلام! انہوں نے بھی کہا سلام! (اور جی میں کہا) اجنبی لوگ (معلوم ہوتے ہیں)۔ وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے۔

یہ لوگ گو حضرت ابراہیمؑ کو جانتے تو نہ تھے مگر آپؑ نے ان کی حاجت کی فکر کر کے کہ مسافر ہیں بھوک پیاس نہ لگی ہو فوراً کھانا لائے بغیر پوچھے کہ کھائیں گے یا نہیں۔ صرف سلام دعا ہوئی اور آپ علیہ السلام نے بات شروع کرنے سے پہلے کچھ پیش کرنا مناسب سمجھا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ آپؑ کی مہمان نوازی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ بِالۡبُشۡرٰی قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِیۡذٍ ﴿۷۰﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیۡدِیَہُمۡ لَا تَصِلُ اِلَیۡہِ نَکِرَہُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡہُمۡ خِیۡفَۃً (ہود:70-71)

اور یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے خوش خبری لے کر آئے۔ انہوں نے سلام کہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی سلام کہا اور ذرا دیر نہ کی کہ ان کے پاس ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اُس (کھانے) کی طرف بڑھ نہیں رہے تو اس نے انہیں غیر سمجھا اور ان سے ایک خوف سا محسوس کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ اسی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’لوگ اکرام تو کرتے ہیں مگر اکرامِ ضیف کی حقیقت کو نہیں سمجھتے مگر حضرت ابراہیم نے یہ نہیں کیا بلکہ ان کو بٹھایا اور خاموشی اور خفیہ طریق سے اپنے اہل کی طرف گئے۔ رَاغَ کے معنی ہوتے ہیں خفیہ جانا اور یہ لفظ شکاریوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے ان اصل معنوں کو چھوڑ کر اور معنی کیے ہیں مگر میرے نزدیک اصل معنوں سے شان بڑھتی ہے۔ پس جس طرح شکاری شکار پر جاتا ہے کہ کہیں شکار کو خبر نہ ہو جائے اسی طرح ابراہیم بھی چپکے سے کھسک گئے اور فوراً ایک موٹا تازہ عجل (بچھڑا) ذبح کر کے اور کھانے کے لئے تیار کر کے لے آئے ...

حضرت ابراہیمؑ نے کھانا لا کر رکھا مگر اُنہوں نے نہیں کھایا۔ ان کے کھانا نہ کھانے پر حضرت ابراہیمؑ نے بُرا نہیں منایا جیسا کہ ایسے موقع پر بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو ان کے لئے یہ کچھ تیاری کی پر اُنہوں نے قدر نہ کی مگر ابراہیمؑ کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُنہوں نے مہمانوں کے اس فعل سے بُرا نہیں منایا کہ اُنہوں نے کھانا کیوں نہ کھایا بلکہ فرماتا ہے فَاَوۡجَسَ مِنۡہُمۡ خِیۡفَۃً۔ اس آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ ابراہیم اپنے دل میں ڈر گئے کہ کہیں یہ ڈاکو نہ ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو خوف اس بات کا ہوا کہ کہیں مجھ سے مہمان نوازی میں تو کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی۔ ابراہیمؑ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مہمانوں کو ڈاکو سمجھ کر ڈر گئے غلطی ہے کیونکہ ابراہیمؑ تو وہ ہیں جو اکیلے بادشاہ کے جھگڑے سلجھانے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ وہ ڈاکوؤں سے کیا ڈرتے۔ ان کو جو خوف ہوا وہ یہی تھا کہ کہیں مہمان نوازی میں تو کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی۔ مہمانوں پر ناراض نہیں ہوئے نفس کو الزام دیا کہ تجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی...

ابراہیم ابو الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ امجد ہیں اگر وہ مہمان فرشتہ بھی تھے تاہم ابراہیم خدا کے نبی تھے اور اگر وہ انسان تھے تو بھی حضرت ابراہیم سے نیچے تھے مگر وہ مہمان ہو کر ابراہیم کے لئے مکرم ہو گئے اس لئے کوئی مہمان ہو فطرت کے اقتضاء، شریعت کے منشاء کے ماتحت مہمان کی عزت ہی کرنا چاہیے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 5/ دسمبر 1919ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 6 صفحہ 349، 351)

پس ان آیات میں مسلمانوں کو مہمان نوازی کا بھی ایک اعلیٰ سبق سکھلایا گیا ہے۔ اسلام میں مہمان نوازی کو بہت قدر دی جاتی ہے اور حضرت ابراہیمؑ میں بھی یہ اعلیٰ وصف پایا جاتا تھا۔

اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی فیملی کی دیکھ بال کا بھی حق ادا کیا۔ جہاں آپ علیہ السلام خود حق ادا نہ کر پاتے اور ان کی دیکھ بال نہ کر پاتے وہاں آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسی سے دعائیں کیں کہ وہ ان کی دیکھ بال کرے۔ آپؑ کی اس دعا کا ذکر ہو چکا ہے جو بیوی بچے کو مکہ میں چھوڑنے پر آپ علیہ السلام نے کی۔ پس گو ان کو اکیلا چھوڑا مگر ان کا خیال رکھنا نہ چھوڑا بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہے اور تین چار دفعہ لمبے سفر کاٹ کر ان کو دیکھنے بھی آئے۔

اس کے علاوہ آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت بھی کی۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ: وَوَصّٰی بِہَاۤ اِبۡرٰہٖمُ بَنِیۡہِ وَیَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ

اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (البقرہ:133) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو تاکیدی نصیحت کی اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے پیارے بچو! یقیناً اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو چن لیا ہے۔ پس ہرگز مرنا نہیں مگر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو۔

پس آپؑ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی ذریت کی تربیت کرتے ہوئے ان کو توحید پر قائم رہنی کی وصیت کی۔صرف ان کو نصائح نہ کیے بلکہ ان کے لئے دعائیں بھی کرتے رہے۔قرآن کریم آپؑ کی دعا جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے آپؑ کے بچوں کے حق میں ایسے بیان کرتا ہے: وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ (البقرہ:129) ہماری ذریت میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار امت پیدا کر دے۔

اللہ تعالیٰ آپؑ کی ایک اور دعا بیان کرتا ہے: وَاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (ابراہیم:36)۔ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

پس آپؑ کی اولاد میں کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے۔صرف بنی اسرائیل میں تقریباً 400 انبیاء مبعوث ہوئے۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی قبولیت دعا کے ثمرات آپؑ کی اولاد میں بھی ظاہر ہوتے رہے اور آج تک ہوتے چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے بھی تبلیغ کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ: اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَاتَّبَعۡتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَلَیۡنَا (یوسف:38-39)۔ یقیناً میں اس قوم کے مسلک کو چھوڑ بیٹھا ہوں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے تھے اور وہ آخرت کا انکار کرتے تھے اور میں نے اپنے آباء واجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ممکن نہ تھا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراتے۔ یہ اللہ کے فضل ہی سے تھا جو اس نے ہم پر کیا۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ یا چچا کا احترام بھی کیا کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو شریعت دی تو آپؑ کو کہنا پڑا کہ: یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِکَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَہۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۴﴾ (مریم:44)۔ اے میرے باپ! یقیناً میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا۔ پس میری پیروی کر۔ میں ٹھیک راستے کی طرف تیری رہنمائی کروں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ’’میں سمجھتا ہوں سب سے بڑا ابتلا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے یہی تھا کہ ......وہ ان کو پالنے والا تھا اسے جا کر آپ کو یہ کہنا پڑا کہ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِکَ (مریم:44) اور یہ دعویٰ کرنا پڑا کہ مجھے وہ علم حاصل ہے جو آپ کو حاصل نہیں۔ اپنے بڑوں کے سامنے بات کرنی بڑی دوبھر ہوتی ہے پس میرے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بڑے ابتلاؤں میں سے ایک ابتلا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے زمانہ میں مبعوث کیا جب ان کو پالنے والا یا جننے والا باپ موجود تھا اور اسے بتانا پڑا کہ تمہاری غلطی ہے اور کہنا پڑا کہ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَہۡدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا (مریم:44)۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 275-276)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مشرک باپ کو بھی بہت تبلیغ کی کہ وہ بھی توحید کے عالمی پیغام کو قبول کر لے۔ جب اس نے انکار کر دیا تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ پہلے اپنے باپ کو تبلیغ کرنی پڑی جو آپ کے لئے ایک ابتلا تھا۔ پھر جب اس نے اعراض کیا تو آپؑ نے وعدہ کیا کہ آپ ان کے لئے دعا کریں گے تا کہ وہ سچائی قبول کر لیں۔قرآن کریم اس ضمن میں فرماتا ہے: قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِہَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ لَاَرۡجُمَنَّکَ وَاہۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴿۴۷﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡکَ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَکَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ بِیۡ حَفِیًّا ﴿۴۸﴾ (مریم:47-48) اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے انحراف کر رہا ہے اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو مجھے لمبے عرصہ تک تنہا چھوڑ دے۔حضرت ابراہیمؑ نے کہا تجھ پر سلام۔ میں ضرور اپنے رب سے تیرے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ یقیناً وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔

اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ باوجود اس کے کہ شرک سے شدید متنفر تھے مگر آپؑ نے تبلیغ کے دوران مناظرے کے تمام آداب کو ملحوظ خاطر رکھا۔ پس آپؑ نے اپنے وعدہ کے موافق اپنے باپ کے لئے دعائیں شروع کر دیں۔ گو مشرکین کے لئے دعا کرنا جائز نہ تھا، آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے خاص اجازت دی کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کر لیں۔ مگر پھر صاف معلوم ہوگیا کہ وہ ہدایت سے دور ہے اور اللہ نے واضح کر دیا کہ وہ دشمن ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس کے لئے دعا کرنے سے منع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا کَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰہِیۡمَ لِاَبِیۡہِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَۃٍ وَّعَدَہَاۤ اِیَّاہُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗۤ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنۡہُ ؕ اِنَّ اِبۡرٰہِیۡمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیۡمٌ ﴿۱۱۴﴾ (التوبہ:114) ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے محض اس وعدے کی وجہ سے تھا جو اس نے اس سے کیا تھا۔ پس جب اس پر یہ بات خوب روشن ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا۔ یقیناً ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھا۔

اللہ تعالیٰ یہاں آپؑ کی رافت اور رحمت کا بھی ذکر کر رہا ہے۔

تذلل اور عاجزی

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے سپرد کیا تھا۔ آپؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اس دوران انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی عاجزانہ دعا کی کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔قرآن کریم مسلمانوں کو یہ دعا یاد دلواتا ہے اور آپؑ کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ (البقرہ:128) اور جب ابراہیم اس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: یہ انبیاء ہی کی شان ہے کہ وہ کام کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتے چلے جاتے ہیں...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بڑا ہوتا ہے۔تو اسے ایک ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں نہ کھانے کا کوئی سامان تھا نہ پینے کا...... بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ باندھ دیئے گئے گویا خانہ کعبہ کی ہر اینٹ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بزبان حال کہہ رہی تھی کہ تم نے اب اسی جنگل میں اپنی تمام عمر گزارنا ہے۔ یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کی۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں کہ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا۔ اے اللہ! ہم ایک حقیر ہدیہ تیرے حضور لائے ہیں تو اپنے فضل سے چشم پوشی فرما۔ اسے قبول فرمالے...... پس وہ کہتے ہیں کہ تو خود ہی رحم کر کے اس قربانی کو قبول فرمالے حالانکہ یہ اتنی بڑی قربانی تھی کہ اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قربان کر رہا تھا اور خانہ کعبہ کی ہر اینٹ ان کو بے آب وگیاہ جنگل کے ساتھ مقید کر رہی تھی۔خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ ان کے جذبات و احساسات کو دفن کر رہے تھے۔ مگر دعا یہ کرتے ہیں کہ الٰہی یہ چیز تیرے حضور پیش کرنے کے قابل تو نہیں مگر تو ہی اسے قبول فرمالے۔ یہ کتنا بڑا تذلل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا اور درحقیقت قلب کی یہی کیفیت ہے جو انسان کو اونچا کرتی ہے۔ ورنہ اینٹیں تو ہر شخص لگا سکتا ہے مگر ابراہیمی دل ہو تب وہ نعمت میسر آتی ہے جو خدا تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کہے۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 179-180)

حضرت ابراہیمؑ جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کر رہے تھے تو آپؑ نے یہ بھی فرمایا: وَالَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓئَتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۸۳﴾ (الشعراء: 83) اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ جزا سزا کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔

گو آپؑ اس وقت دنیا میں اللہ تعالیٰ کے چنیدہ نبی تھے، آپؑ میں ایک ذرہ تکبر نہ تھا۔ کتنی عاجزی ہے کہ نبی اور اللہ تعالیٰ کا دوست ہونے کے باوجود آپؑ کو صرف امید تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔

آنحضرتؐ سے مماثلت

آنحضرتؐ گو حضرت موسیٰؑ کے مثیل ہیں مگر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی روحانی مشابہت حضرت ابراہیمؑ کے مطابق تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰہِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ وَہٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾ (آلِ عمران:69) یعنی یقیناً ابراہیم سے قریب تر تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی بھی اور وہ لوگ بھی جو (اس پر) ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔

اسی طرح آپؐ نے معراج کی رات کا واقعہ سنایا تو فرمایا کہ میرا چہرہ حضرت ابراہیمؑ کے چہرہ سے مشابہت رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب 35 حدیث نمبر 3394)

اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کے درجات اتنے بلند کیے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت ﷺ دونوں ساتویں آسمان پر ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب 6 حدیث نمبر 3207)

قرآن کریم سے واضح ہے کہ آپؑ کی آنحضرتؐ سے ایک عجیب مماثلت تھی۔ اس مماثلت سے آپؑ کے اخلاق پر روشنی پڑتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اسی مشابہت کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’یہ محقق امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر آئے تھے مثلاً جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید سے محبت کر کے اپنے تئیں آگ میں ڈال لیا اور پھر قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ کی آواز سے صاف بچ گئے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں توحید کے پیار سے اس فتنہ کی آگ میں ڈال لیا جو آنجناب کے بعث کے بعد تمام قوموں میں گویا تمام دنیا میں بھڑک اُٹھی تھی اور پھر آواز وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ سے جو خدا کی آواز تھی اس آگ سے صاف بچائے گئے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑا جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے بھی بتوں کو توڑا اور جس طرح حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کے بانی تھے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کو پورا کیا۔ آپ نے خدا کے فضل اور کرم پر ایسا توکل کیا کہ ہر ایک طالب حق کو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کرنا آنجناب سے سیکھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا

بقیہ صفحہ 14 پر

رپورٹ: عابد محمود بھٹی۔ نمائندہ الفضل آن لائن تنزانیہ

تنزانیہ میں ریفریشر کورس کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے جلسہ سالانہ تنزانیہ کے معاً بعد تین روزہ ریفریشر کورس مسجد سلام (دارالسلام) میں منعقد ہوا۔جس میں ملک بھر سے مبلغین سلسلہ، معلمین اور دیگر جماعتی عہدیداران نے شرکت کی۔ ریفریشر کورس کے تینوں دن بالترتیب خلافت، نظام جماعت اور تبلیغ و تربیت کے موضوعات مختص کیے گئے تھے۔ ان موضوعات کی مناسبت سے مبلغین کرام نے لیکچر تیار کر کے پیش کیے۔جس کے بعد سوال و جواب کا سیشن بھی رکھا گیا۔لیکچرز کے عناوین کچھ اس طرح تھے۔

3/ اکتوبر 2022ء (خلافت)

عنوان	مقرر
خلافت کا مقام و مرتبہ	مکرم کریم الدین شمس مبلغ سلسلہ موروگورو
خلافت کے ساتھ وفا اور اطاعت کے حوالہ سے واقفین زندگی کے واقعات	مکرم خرم شہزاد مبلغ سلسلہ رُوُوما ریجن
خلافت احمدیہ کی تحریکات اور اس کے شیریں ثمرات	مکرم محمد شفیع میمن مبلغ سلسلہ اروشا (بوجہ سفر ان کا لیکچر مکرم ایاز احمد ڈوگر مبلغ سلسلہ و استاد جامعہ نے پڑھا)
حفاظت و استحکام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں	مکرم طاہر رمضان مرنڈا مبلغ سلسلہ
سوال و جواب	
نصائح	مکرم طاہر محمود چوہدری امیر و مشنری انچارج تنزانیہ

4/ اکتوبر 2022ء (نظام جماعت)

عنوان	مقرر
جماعت کا انتظامی ڈھانچہ	مکرم شہاب احمد مبلغ سلسلہ و استاد جامعہ
جماعتی اور تنظیمی عہدیداران کے نظام جماعت کے قیام کے لیے فرائض	خاکسار عابد محمود بھٹی نائب امیر و پرنسپل جامعہ
جماعت میں مالی نظام کا تعارف	مکرم عمر علی Mnungu معلم سلسلہ
جماعت میں نظام وقف زندگی اور اس کی برکات	مکرم شعبان شُنڈا مبلغ سلسلہ
سوال و جواب	

5/ اکتوبر 2022ء (تبلیغ و تربیت)

عنوان	مقرر
بطور واقف زندگی ہمارا فریضۂ تبلیغ و تربیت	مکرم خواجہ مظفر مبلغ سلسلہ ڈوڈوما ریجن
تبلیغ کے مختلف طریق اور ایمان افروز واقعات	مکرم ریاض احمد ڈوگر مبلغ سلسلہ ارنگا ریجن
بعض تربیتی مسائل اور ان کا حل	مکرم عبد الرحمن آمے نائب امیر
ایم ٹی اے اور جماعتی کتب۔تبلیغ و تربیت کے بہترین ذرائع	مکرم آصف محمود بٹ مبلغ سلسلہ و نگران ایم ٹی اے اسٹوڈیو
سوال و جواب	
اختتامی خطاب و دعا	مکرم طاہر محمود چوہدری امیر و مشنری انچارج تنزانیہ

اللہ تعالیٰ تمام شاملین کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

مرسلہ: مبارکہ شاہین۔ جرمنی

محترمہ ماریہ آریnz کی یاد میں

1989ء کے شروع میں ہم جرمنی کے صوبہ رائن لینڈ فالز کے علاقہ آئفل کے ایک چھوٹے سے گاؤں میولن باخ کے ایک پیارے سے گھر میں حکومت کی طرف سے ملنے والے گھر میں رہائش پذیر ہوئے۔تھوڑی سی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آس پاس بھی بہت پیاری پیاری فیملیاں آباد تھیں۔ ہمارے چونکہ دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے اس وقت اور بالکل سامنے والی فیملی کا بھی ایک بچہ تھا، ایک دو سال بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں پیاری سی بیٹی سے بھی نواز دیا۔ بچوں کی دوستیاں ہوگئیں تو ہمارا بھی آنا جانا زیادہ اسی فیملی سے تھا۔ دوسرا نئی اور مشکل زبان، کچھ سمجھ بھی مشکل سے ہی آتی۔ اس لئے کچھ عرصہ تک تو کسی اور سے کوئی رابطہ نہ ہوا۔ ہمارے گھر کی بالکونی کے بالکل سامنے ایک فیملی کے گھر کا پچھواڑے کا بڑا سا گارڈن تھا۔ کچھ سالوں بعد نظر پڑی تو وہاں کبھی کبھار ایک بڑی معزز، باوقار پیاری سی جرمن خاتون نظر پڑتیں۔ کبھی کبھار سر کے اشارے سے، کبھی ایسے ہلکی سی ہیلو ہائے ہو جاتی۔ سالوں پہ سال گزرے تو سلام دعا تھوڑی بڑھی۔ کبھی کبھار میں چکن پلاؤ بنا کے انہیں دیتی جو انہیں بے حد پسند آتا۔ ان کی بات کرنے کے انداز میں بے پناہ اپنائیت اور سادگی تھی۔ ایک دن کہنے لگیں کہ چاول تم نے بغیر بوٹی کے دے دینے تھے، گوشت مہنگا ہے اپنے بچوں اور میاں کو دینا تھا۔ مجھے دل میں بہت پیار آیا انکی اس بات پہ۔ (اس زمانہ میں ہمیں جرمنی میں بہت سست سماں لگتا تھا کیونکہ ہر چیز چند مارک کے عوض ملتی تھی جبکہ پاکستان میں ہم سینکڑوں میں خریدتے آئے تھے)۔

ماریہ آرینس صاحبہ سے بات تو کبھی کبھار ہی ہوتی تھی۔ وہ بھی ایسے کہ میں بالکونی میں اور وہ اپنے وسیع و عریض گارڈن کے آخری کونے تک اگر کبھی آئیں تو پھر۔ خیر ایک دن انہوں نے مجھے اپنے گھر کافی کیک پہ آنے کی دعوت دی۔ میں مقدور بھر ان کے لئے دعا بھی کرتی رہتی تھی۔ میں گئی تو مجھے لئے گارڈن میں ہی آ گئیں۔ وہ معتدل مزاج مذہبی بھی تھیں۔ ایک بات انہوں نے کہی جو مجھے آج بھی یاد ہے۔ کہنے لگیں کہ آج ایک کبوتر میرے گارڈن میں آیا تھا ایسے لگا کہ وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہا ہے۔ آج ہی تم بھی آئی ہو۔ تو کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مماثلت ہے۔ میں نے انہیں ٹوٹی پھوٹی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا بھی بتایا ہوا تھا۔ ویسے تو بات سن کر تصدیق ہی کرتی تھیں۔

انتہا درجہ کی شریف النفس خاتون تھیں۔ شرافت ان کے چہرہ پہ لکھی نظر آتی۔ غالباً جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں اور پھر ساری زندگی بیوگی میں ہی بسر کی۔ دو بیٹے تھے جن سے بہت پیار تھا۔ ایک دن مجھے بتانے لگیں کہ جاتی سردیوں کے دن تھے۔ میں گارڈن میں آئی، سردی تو تھی، لیکن دھوپ بھی تھی۔ میں وہیں بینچ پہ لیٹ گئی۔ لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی اور پتہ ہی نہ چلا۔ آنکھ کھلی تو میرے پہ رضائی تھی۔ کسی وقت بیٹا آیا، دیکھا کہ میں سو رہی ہوں تو آہستگی سے آرام سے رضائی میرے پہ ڈال کر چلا گیا۔ بڑی مطمئن تھیں اس بات سے کہ بیٹے بھی میرے سے پیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بیٹوں کو اپنے رستوں پہ چلنے والا بنا لے۔ یہ دنیا تو فانی ہے۔ جو یہاں آیا ہے اس نے جانا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پہ چلنے والا بنائے، دین و دنیا کی حسنات سے بے حساب نوازے، آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: حضرت ابراہیمؑ کی شاندار خوبیاں...... از صفحہ 12

نام ونشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و سلم اس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی اور کوئی ربانی کتاب ان کو نہیں پہنچی تھی اور ایک یہ مشابہت ہے کہ خدا نے ابراہیم کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک کہ وہ خویشوں اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہو گیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا۔ ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واقعات گزرے اور باوجودیکہ مکہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شعبہ قرابت نہ تھا۔ مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پا کر اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر بے شمار عنایت کی اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دیئے جو نجوم السماء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ ان کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے۔ غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خُو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پسر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 476-477)

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی یہی تجزیہ پیش کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم میں عجیب مماثلت پائی جاتی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 528)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیرت کا چولہ اُتار کر آستانۂ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیمؑ بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے کہ ابراہیم بنو۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 518 ایڈیشن 2016ء)

الغرض حضرت ابراہیمؑ ہی وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن پر خدا کا نور گھٹائیں باندھ کر اترا۔ جن کی خاطر رسول اللہؐ کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔ آج آسمان کے ستارے تو شاید گنے جا سکتے ہوں لیکن خدائی وعدوں کے مطابق ابراہیمؑ کی جسمانی اور روحانی اولاد کا شمار ناممکن ہے اور ابراہیمؑ کے بروز اور ظل ہمیشہ پاک وجودوں کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے امت مسلمہ دیوانہ وار خانۂ کعبہ اور جنگلوں اور بیابانوں کا طواف کرتی رہتی ہے اور اس کی خاطر ہر سال اپنی بھی اور جانوروں کی بھی قربانیاں پیش کرتی رہتی ہے۔ ابراہیمؑ کی رسول اللہؐ کے لئے دعائیں اور رسول اللہؐ اور ان کی امت کا درود شریف ہمیشہ ابراہیمؑ کو درجات میں بلند تر کرتا چلا جائے گا اور جب تک سورج اور چاند قائم ہیں لوح آسمان و زمین پر ابراہیمؑ کا نام ہمیشہ عظمت کے ساتھ گونجتا رہے گا۔

دعا کا تحفہ

نماز تہجد کی دعا

حضرت ابوبکرؓ کی درخواست پر رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کو یہ دُعا نماز میں پڑھنے کے لئے سکھائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

(بخاری کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا بہت زیادہ ظلم اور تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخشے۔ پس تو مجھے اپنے حضور سے خاص بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 70)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

اجماع صرف صحابہؓ کے زمانہ تک تھا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اجماع صرف صحابہؓ کے زمانہ تک تھا پھر فیج اعوج کا زمانہ شروع ہو گیا اور لوگ صراط مستقیم سے بھٹک گئے اور اس وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ رحمان خدا کی طرف سے ایک حَکَم مبعوث ہو۔

(لجتہ النور، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 415-416 ترجمہ از عربی عبارت)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

نیت کی پڑتال

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمارا ہر عمل نیت پر موقوف ہے۔ اگر انسان اپنے ہر عمل سے پہلے اپنی ذات سے یہ سوال کرے کہ میرے اس عمل کو کرنے کا کیا مقصد ہے؟ تو نا صرف یہ کہ اپنی نیت کی پڑتال ہو جاتی ہے بلکہ نیت کا یہی جائزہ اکثر کاموں کو غلط قرار دے کر ہمیں برائیوں کی طرف قدم بڑھانے سے روکنے کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

اسی طرح روزمرہ زندگی کے بہت سے کام ہم عادتاً یعنی بغیر کسی نیت کے کرتے ہیں۔ اگر انہی کاموں کو نیک نیتی کے ساتھ جوڑ لیا جائے تو وہی عمل کارِ ثواب بن جاتا ہے۔

مرسلہ: ثمرہ خالد۔ جرمنی

طلوع وغروب آفتاب

31/اکتوبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:05	17:45
مدینہ منورہ	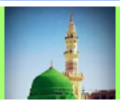	05:08	17:43
قادیان		05:21	17:40
ربوہ		05:01	17:20
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:24	16:39